جہیز ایک ناسور

جہیز ایک تِلک کے موضوع پر
گہرے تجزیہ، اعداد و شمار کے ذریعہ مسئلہ
کی تفہیم اور پھر اس کی فقہی اور شرعی حیثیت پر یہ نہایت
ہی مفصّل، جامع اور چشم کشا تحریر ہے۔ اور یہ کتاب نہ
صرف عام مسلمانوں بلکہ خواص، ائمہ اور خطباء کے لیے بھی
اس موضوع پر نہایت ہی مفید کتاب ہے۔ اور اصلاح معاشرہ
کے علمبرداروں کے حق میں قیمتی سوغات اور دانشورانِ
ملّت کے لیے لمحۂ فکریہ اور سنگِ
میل ہے۔

بقلم
مولانا محمد شمشاد ندوی
استاذ جامعۃ الھدایۃ، جے پور

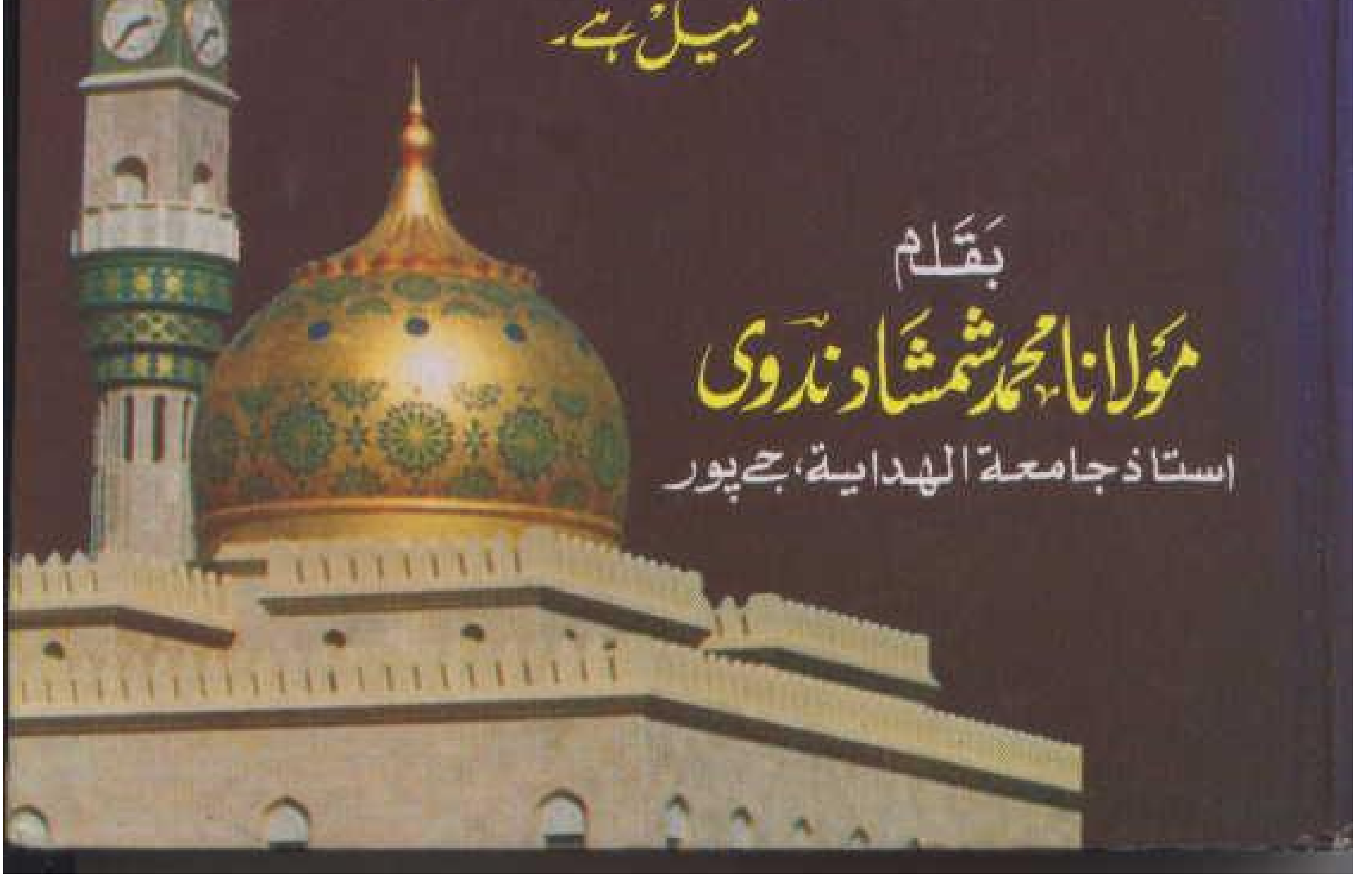

جہیز ایک ناسور

تلک اور جہیز کے موضوع پر گہرے تجزیہ، اعداد وشمار کے ذریعہ مسئلہ کی تفہیم اور پھر اس کی فقہی اور شرعی حیثیت پر یہ نہایت ہی مفصّل، جامع اور چشم کشا تحریر ہے اور یہ کتاب نہ صرف عام مسلمانوں بلکہ خواص ، ائمہ اور خطباء کے لیے بھی اس موضوع پر نہایت ہی مفید کتاب ہے۔اور اصلاح معاشرہ کے علمبرداروں کے حق میں قیمتی سوغات اور دانشوران ملت کے لیے لمحۂ فکریہ اور سنگ میل ہے۔

بقلم

مولانا محمد شمشاد ندوی

استاذ جامعۃ الھدایۃ، جے پور

مقدمہ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

پیش لفظ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی بانی وناظم المعہد العالی الاسلامی، حیدر آباد

ناشر

مکتبہ مدنیہ

سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور

جملہ حقوق نقل و ترجمہ مؤلف کے حق میں محفوظ ہیں

نظر ثانی و اضافہ شدہ

نام کتاب	:	**جہیز ایک ناسور**
مصنف	:	مولانا محمد شمشاد ندوی
اشاعت اول	:	۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰۰۱ء
ناشر	:	فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ، دہلی
اشاعتِ دوم	:	۲۰۰۲ء
ناشر	:	مکتبہ مدنیہ، سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور (یوپی)
تعداد	:	۳۰۰۰
صفحات	:	۱۴۴
قیمت	:	
کمپیوٹر کتابت	:	عبدالمالک، گلوبل اُردو کمپیوٹرس، رام گنج بازار، جے پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

فضول خرچی مت کرو بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی (یعنی ان کے مشابہ ہیں) اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ (بنی اسرائیل آیت: ۲۶۔۲۷)

اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی پوری فرمانبرداری کرے گا اللہ اس کو ایسی بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل جائے گا اس کو آگ میں داخل کریں گے، اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلّت بھی ہے۔ (سورہ نساء: آیت ۱۳۔۱۴)

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہو، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔
(آل عمران: آیت ۱۱۰)

رحمۃ للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جس نے میانہ روی اختیار کی اللہ نے اس کو بے نیاز کر دیا اور جس نے فضول خرچی کی اللہ نے اس کو محتاج بنا دیا، اور جس نے اللہ کی خاطر خاکساری اختیار کی اللہ نے اس کو سربلندی عطا کی‘‘۔

(کنز العمال: ج۳ ص۵۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

’’وہ نکاح زیادہ بابرکت ہے جس میں اخراجات کم سے کم ہوں‘‘۔

(مسند احمد بن حنبل: ج۶ ص۸۲، دار الفکر العربی، بیروت)

’’اور جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے روک دے اور اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روک دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو دل میں اس کام سے نفرت کرے اور یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے‘‘۔

(صحیح مسلم: ج۱ ص۶۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

’’اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ ضرور بالضرور لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو اگر ایسا نہ کرو گے تو قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دے، پھر تم اس عذاب سے نجات کی دعائیں مانگو گے اور دعائیں قبول نہ ہوں گی‘‘

(ترمذی: حدیث نمبر ۲۱۶۹)

☆☆☆

☆

فہرست

نمبر شمار	موضوع		صفحہ
۱	مقدمہ	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۷
۲	پیش لفظ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۹
۳	تقریظ	مولانا عبدالقدوس قاسمی	۱۲
۴	تقریظ	مولانا حفظ الرحمٰن اعظمی ندوی مدنی	۱۳
۵	تقدیم	مولانا مفتی حکیم احمد حسن خاں ٹونکی	۱۴
۶	تقریظ	حکیم مولانا عبدالحق / پروفیسر انیس چشتی	۱۷
۷	دُعائیہ کلمات	مفتی ظفیر الدین مفتاحی / مفتی محمّد جُنید عالم	۱۸
۸	ابتدائیہ	مؤلف	۱۹
باب اول			
۹	فضول خرچی اور تقریب نکاح		۲۶
۱۰	امت مسلمہ میں تلک اور جہیز ہندومت کی تقلید ہے		۳۰
۱۱	وراثت سے محرومی جہیز کے جائز ہونے کی دلیل نہیں		۳۳
۱۲	حضرت فاطمہ زہراؓ کے جہیز کی حقیقت		۴۰
۱۳	حضرت زینبؓ کے ہار سے جہیز کا سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا		۵۳
۱۴	شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہے		۵۹
۱۵	جہیز شوہر کے ذمہ واجب ہے		۷۱
۱۶	عین شادی کے موقع پر گھریلو ساماان کی فراہمی اور نمائش غیر شرعی عمل		۷۳
۱۷	حضرت سعید بن مسیّبؒ کا جراُتمندانہ اقدام		۷۵
۱۸	مہر کی ادائیگی کا ارادہ نہ کرنے والا زانی ہے		۷۶
۱۹	شادی یا منافع بخش تجارت		۷۸
۲۰	تلک، رشوت اور حرام ہے		۸۱
۲۱	رشوت کی تعریف اور اُس کا حکم		۸۳
۲۲	لڑکی یا اس کے اولیاء سے جہیز کا مطالبہ ناجائز ہے		۸۵
۲۳	حرام مال دونوں جہاں کے لیے مہلک		۸۷

باب دوم

۲۴	مستند مراکز افتاء کے فتاوی اور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا فیصلہ	۹۱
۲۵	دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ	۹۳
۲۶	امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کا فتوی	۹۳
۲۷	مظاہرالعلوم سہارنپور کا فتوی	۹۶
۲۸	دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ کا فتوی	۹۸
۲۹	جامعۃ الفلاح، بلریا گنج کا فتویٰ	۹۸
۳۰	مفتی شہر جے پور کا فتویٰ	۱۰۰
۳۱	دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور کا فتویٰ	۱۰۱
۳۲	جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ کا فتویٰ	۱۰۲
۳۳	اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا کا فیصلہ	۱۰۶

باب سوم

۳۴	کامیابی وسکون دیندار عورت کو ترجیح دینے میں ہے	۱۰۷
۳۵	لڑکی کا نکاح اس شخص سے کیا جائے جو دیندار ہو	۱۰۹
۳۶	ایک سبق آموز واقعہ	۱۱۱

باب چہارم

۳۷	والدین کے لیے لمحۂ فکریہ	۱۱۴
۳۸	فضول خرچی کی ایک مثال	۱۱۵
۳۹	ایک خطرناک ذہنیت	۱۱۷
۴۰	ایک گاؤں میں ۱۰۱ برس کے بعد بارات کی آمد	۱۱۸
۴۱	خودکشی اور قحبہ خانے کی آبادی میں اضافہ	۱۱۹
۴۲	جہیز کے خوفناک نتائج	۱۲۲
۴۳	ایک اہم رپورٹ	۱۲۳
۴۴	کسی بھی قوم وملت کی بیٹی جلائی جائے ـ ـ ـ ـ	۱۲۴
۴۵	جہیز مخالف قانون، جہیز اور جہیزی اموات کو روکنے میں ناکام	۱۲۵
۴۶	امت مسلمہ کی ذمہ داری	۱۲۸
۴۷	حرف آخر	۱۳۲
۴۸	جہیز کی لعنت (نظم)	۱۳۳
۴۹	مراجع	۱۳۵

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی

ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نائب صدر عالمی رابطۂ ادب اسلامی لکھنؤ۔ رکن رابطۂ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ
رکن مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ، صدر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

مسلمانوں میں شادیوں کا رواج، اسلام کے بتائے ہوئے طریقے سے بہت ہٹ کر ہونے لگا ہے اور بعض غیر ضروری بلکہ ظالمانہ باتیں اس میں صرف شامل نہیں بلکہ ضروری کردی گئی ہیں ان کو دور کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

مسلمانوں کی شادی کے لیے ضروری ہے کہ اولاً وہ اسراف اور فضول خرچی سے دور ہو، دوسرے یہ کہ اس میں مہر کو وہ اہمیت دی جائے، جو شریعت کے حکم کے مطابق ہے کہ اس کی ادائیگی کی فکر کی جائے، اصلاً تو وہ بلا تاخیر دیا جائے اور اگر عجلت نہ ہوسکتی ہو تو، اس کو ادا کرنے کی فکر رکھی جائے، جلد ادا کیا جائے، سوائے اس کے کہ بیوی اس کو خود معاف کردے۔ تیسرے یہ کہ بیوی سے جہیز کے یا کسی تحفہ وعطیہ کے لانے کا کوئی تقاضا نہ کیا جائے۔ چوتھے یہ کہ بیوی کے سارے اخراجات شوہر برداشت کرے۔ اور اس کی ضرورت اور راحت کا خیال رکھے۔

لیکن دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ شادیوں میں بے حد اسراف کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے لڑکی کے والدین بہت زیر بار ہوتے ہیں۔ پھر بیوی سے جہیز اور عطیہ لانے کا ظالمانہ تقاضا کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے بیوی کے ماں باپ کے لیے سخت مصیبت کھڑی ہوجاتی ہے۔ وہ اس کے لیے قرض لینے پر

(۱) حال صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ

مجبور ہوتے ہیں ۔ یا کوئی جائز یا ناجائز شکل اختیار کرتے ہیں ۔ یہ شرعی لحاظ سے بالکل ناجائز ہے۔سب کو یہ مسئلہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو مال بھی شرعی استحقاق کے بغیر کسی طرح کا دباؤ ڈال کر حاصل کیا جائے، وہ مال حلال نہیں ہوگا بلکہ حرام ہوگا۔اس طرح جو جہیز دباؤ ڈال کر حاصل کیا جائیگا وہ شریعت میں جائز اور حلال نہ ہوگا۔ بلکہ حرام مال بن جائیگا۔انسانی ہمدردی کا بھی یہ تقاضا ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ جہیز کا طلب کرنا، کتنی مصیبت کا باعث بن رہا ہے۔لڑکی والے اس کی وجہ سے سخت مقروض ہو جاتے ہیں، اور اگر جہیز مہیا نہ کرسکیں تو اپنی لڑکیوں کو گھر بٹھائے رکھنا پڑتا ہے، شادی نہیں ہو پاتی ۔ یہ باتیں سخت ناجائز ہیں ۔اور اللہ کے غضب کا باعث ہوسکتی ہیں ۔اس وقت صورتحال یہ بن گئی ہے کہ شوہر کے حسب خواہش جہیز کا مطالبہ پورا نہ ہونے کی صورت میں بیوی کو اذیت دی جاتی ہے ۔کبھی تو اس کو ختم کردیا جاتا ہے ورنہ طلاق دیکر اس سے چھٹی حاصل کرلی جاتی ہے ۔اس طرح ازدواجی تعلق میں جہیز کا مسئلہ زندگی کے لیے ایک لعنت بن گیا ہے۔اس کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

زیرنظر رسالہ مولانا محمد شمشاد صاحب ندوی نے جو ایک بڑے صاحب علم اور عمل کے حامل ہیں، مسلمانوں کے ذہنوں میں اس کی شناعت بتانے کے لیے قرآن وسنت کی روشنی میں تیار کیا ہے ۔ یہ انکے مضامین کا مجموعہ ہے جو رسالہ ''ھدایت'' میں طبع ہو چکے ہیں ۔اب علاحدہ سے کتابی شکل میں شائع ہورہے ہیں ۔ میں اس کام کو بہت مفید سمجھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان کے رسالہ سے بہت فائدہ ہوگا اور جہیز کے سلسلہ میں مسلمانوں کے غلط رواج کی تصحیح ہوگی ، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے

محمد رابع حسنی ندوی	۲۰/۱۱/۱۴۲۱ھ
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۱۵/۲/۲۰۰۱ء

پیش لفظ

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی

بانی وناظم المعہدالعالی الاسلامی حیدرآباد

رکن تاسیسی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔ رکن تاسیسی اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا
قاضی شریعت آندھراپردیش۔ صدر ''جامعۃ البنات عائشہ'' حیدرآباد
رکن مسلم مجلس آندھراپردیش۔ رکن دینی تعلیمی کونسل آندھراپردیش

اسلام صرف کچھ عبادتوں کا نام نہیں، بلکہ وہ ایک مکمل نظام حیات ہے، جو زندگی کے تمام گوشوں میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے اوراس کو ایسے قوانین واحکام سے سرفراز کرتا ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط، جو سراپا عدل اور اعتدال سے عبارت ہے، انہی احکام ومسائل میں ایک اہم عنوان نکاح وطلاق کا ہے، اسلام میں نکاح کو آسان اوراخراجات کے اعتبار سے ہلکا رکھا گیا ہے، کیونکہ نکاح ہی سے سماج کی پاکیزگی اورعفت وعصمت متعلق ہے، نکاح جس قدر دشوار ہوگا، گناہ اسی قدر آسان ہوگا، اورسماج میں گندگی پھیلے گی نکاح اگر آسان ہوگا تو گناہ کے مواقع کم ہو جائیں گے اورسماج میں عفت وپاکدامنی اورغیرت وحیا کے تقاضوں کو برقرار رکھنا آسان ہوگا۔

اس لیے نکاح میں لڑکی والوں پر کوئی مالی ذمہ داری نہیں رکھی گئی ہے، لڑکے پر مہر واجب قرار دیا گیا لیکن اس میں بھی تاخیر سے ادائیگی کی گنجائش رکھی گئی اوراس بات کی اجازت دی گئی کہ باہم جو بھی مہر طے کرلیں وہ کافی ہے، ولیمہ کو بھی صرف سنت قرار دیا گیا اوراس میں بھی تکلفات پسند نہیں کیے گئے، میاں بیوی کے حقوق نہایت اعتدال اورتوازن کے ساتھ مقرر فرمائے گئے، ان تفصیلات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام میں نکاح کو کس قدر

(۱) حال جنرل سیکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی

آسان، اور مالی ذمہ داریوں کے اعتبار سے سُبک رکھا گیا ہے۔
ہم جس ملک میں رہتے ہیں یہاں عورتیں زمانہ قدیم سے بہت مظلوم ومجبور رہی ہیں، انھیں ماں، باپ یا شوہر کی جائیداد سے کوئی میراث نہیں ملتی تھی ، اور گو ہندوستانی قانون کے لحاظ سے اب عورتیں میراث کی مستحق ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ عملی طور پر اب بھی ہندو سماج میں عورتوں کو میراث نہیں دی جاسکتی۔ اسی پس منظر میں ہندو مذہب اور ہندو سماج میں شروع سے جہیز کا تصور رہا ہے، یعنی جب لڑکیوں کو رخصت کیا جاتا تو انھیں کچھ تحائف دے کر رخصت کر دیا جاتا کیوں کہ اب آئندہ جائیداد میں ان کا حق باقی نہیں رہتا ، اسلام میں لڑکیوں کو اپنے ماں، باپ کی جائیداد سے اور بیویوں کو اپنے شوہر کے ترکہ سے لازماً حصہ ملتا ہے اور بعض اوقات وہ دوسرے حصہ داروں سے بھی ترکہ پاتی ہیں، اس لیے شریعت میں جہیز یا لڑکے والوں کی طرف سے مطالبہ کا کوئی تصور نہیں، لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں نے اپنے ہندو بھائیوں سے یہ دونوں ہی رسم لے لیں، ایک تو جہیز کی اور دوسرے اکثر علاقوں میں لڑکیوں کو میراث سے محروم کرنے کی، گویا جو چیز جائز تھی اسے ناجائز اور جو چیز حرام تھی اسے حلال کرلیا۔
چنانچہ اس وقت جہیز اور شادی کے موقع سے لین دین اور فضول خرچی کی لعنت نے لڑکیوں کو سماج پر ایک بوجھ بنا دیا ہے، اور اب ہندو سماج کی طرح مسلمانوں میں بھی اس بوجھ کی وجہ سے خودکشی کے واقعات پیش آنے لگے ہیں، اور وہ ساری برائیاں جو نکاح نہ ہونے یا نکاح میں تاخیر ہونے کی وجہ سے پیدا ہوسکتی ہیں پوری قوت کے ساتھ ہمارے سماج میں در آرہی ہیں۔
چنانچہ اس برائی کی سنگینی اور اس کی برائی کو سامنے رکھتے ہوئے بہت سے اہل علم نے اس پر قلم اٹھایا ہے، اس وقت جو کتاب میرے پیش نظر ہے وہ مولانا محمد شمشاد ندوی (استاذ جامعۃ الہدایۃ، جے پور) کی کتاب ہے، یہ کتاب پہلے مضمون کی شکل میں ماہنامہ ہدایت میں طبع ہوتی رہی ہے اور ایک بڑے حلقہ

نے نہ صرف استفادہ کیا ہے بلکہ اہلِ ذوق نے ان مضامین کی بڑی تحسین کی ہے۔

واقعہ ہے کہ جہیز اور تلک کے موضوع پر گہرے تجزیہ، اعداد وشمار کے ذریعہ مسئلہ کی تفہیم اور پھر اس کی فقہی اور شرعی حیثیت پر یہ نہایت ہی مفصل، جامع اور چشم کشا تحریر ہے، اور مصنف کے علمی ذوق اور تصنیفی سلیقہ کی غماز بھی۔

امید ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب نہ صرف عام مسلمانوں، بلکہ خواص اور ائمہ وخطباء کے لیے بھی اس موضوع پر نہایت ہی مفید کتاب ثابت ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی اسے نافع بنائے اور مصنف کو مزید علمی، تحقیقی اور دعوتی کاموں کی توفیق مرحمت فرمائے۔ **وباللہ التوفیق وھو المستعان.**

خالد سیف اللہ رحمانی
خادم المعہد العالی الاسلامی
حیدرآباد

۲۶/ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
مطابق ۲۱/اپریل ۲۰۰۱ء

تقریظ

جہیز ’’ایک ناسور‘‘ (نامی) کتاب پیش خدمت ہے۔
جو وقت کی اہم ملی ضرورت ہے اور وہ درحقیقت جہیز کے موضوع پر عزیز محتشم جناب مولانا مفتی محمد شمشاد ندوی دام رشدہ (استاد جامعۃ الہدایہ، جے پور) کا فکر انگیز، مبسوط اور علمی، تحقیقی اور فقہی دلائل سے مربوط مقالہ ہے جو ماہنامہ ہدایت میں قسط وار شائع ہو چکا ہے اور اہل علم و تحقیق نے اس کو بنظر استحسان دیکھا۔

بلا شبہ زیر نظر رسالہ نے مسئلہ جہیز کے تمام پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ لے کر اس کی شرعی حیثیت کو اجاگر کر دیا ہے اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ اصلاح معاشرہ کے علمبرداروں کے حق میں قیمتی سوغات ہے اور دانشورانِ ملت کے لئے لمحہ فکریہ اور سنگ میل ہے۔

والسلام

(مولانا) عبدالقدوس قاسمی

تقریظ

مولانا حفظ الرحمٰن اعظمی ندوی رحفظہ اللہ

استاذ۔جامعۃ الہدایۃ جے پور، چیئرمین۔الاصلاح سوسائٹی جے پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ ہدایت ، جے پور ، راجستھان کے لائق استاذ مولانا محمد شمشاد ندوی کی تصنیف ''جہیز ایک ناسور'' جو ماہنامہ ہدایت میں قسط وار شائع ہوئی تھی ، راقم السطور کو ماہنامہ ہدایت کے پروف ریڈر کی حیثیت سے قارئین میں سب سے پہلے اس کتاب کے ازاول تا آخر مطالعہ کا شرف حاصل رہا ہے۔مولف موصوف نے جہیز سے متعلق اکثر احکام ومسائل کو بڑے سلیقہ اورحسن تدبیر سے یکجا کردیا ہے جس سے ہر طبقہ بآسانی استفادہ کرسکتا ہے خصوصاً یہ کتاب اصلاح امت کا درد رکھنے والے اہل علم ودانش کے لیے بیش بہا خزانہ ہے،مولف نے احادیث،اقوال فقہاءاوراخباری رپورٹوں کے حوالے نقل کرکے کتاب کی علمی حیثیت کو بلند مقام عطا کیا ہے۔

مؤلف اس گراں قدر خدمت کے لیے ہم تمام لوگوں کی طرف سے شکریہ ودعا کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالی اس کتاب سے لوگوں کو استفادہ وافادہ کی توفیق عطا فرمائے اوراسے مؤلف کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔(آمین)

حفظ الرحمٰن اعظمی ندوی
جامعۃ الھدایۃ، جے پور
۱۳/۴/۲۰۰۱ء

تقدیم

حضرت مولانا حکیم احمد حسن خاں صاحب ٹونکی، مفتی شہر جے پور (راجستھان)
وسابق مفتی ''شرعی عدالت'' ریاست ٹونک (راجستھان)

فاضل ندوہ محترم مولانا محمد شمشاد صاحب نے ''ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر'' پر عمل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی ''الدين النصيحة '' کے پیش نظر مسلم معاشرہ کے ایک بڑے بگاڑ کی اصلاح کی طرف قدم اٹھایا اور قلم کو متحرک کیا ہے۔

بلا شک آج کے معاشرے میں جہیز ایک ناسور ہے۔ غیر اسلامی طور پر کئے جانے والے رشتے اور اس سے متعلق رسمیں شادیاں نہیں بربادیاں ہیں، معصیت کاریاں ہیں۔ اس کے علاج اور اس ناسور کے اندمال کیلئے کوشش لازمی ہے، ضروری ہے، ملت کے دردمند قلوب میں اس خطرناک ومہلک مرض کے علاج کیلئے تدبیریں ابھر رہی ہیں۔ اجتماعی شادیاں، مساجد میں نکاح کی تکمیل اور اسلامی سوسائٹیاں بنا کر مطالبۂ جہیز کے خنجر سے بچانے کی راہیں نکالی جارہی ہیں۔ ان تدابیر سے لاریب اصلاح کیلئے آمادگی نظر آرہی ہے اور مطالبۂ جہیز کو پسند نہیں کیا جارہا ہے۔ لیکن یہ تدابیر بھی نکاح کی مجالس کو جو اسلام کا ایک فریضہ ہے، ایک عبادت ہے اور تعمیلِ حکمِ دین ہے، کو خالص دینی انداز میں پورا نہیں ہونے دے رہی ہیں۔ مسجد میں کئے جانے والے عمل اور اجتماعی شادیوں کی مجالس بعض خرافاتی طریقوں کو اپنا کر خانۂ خدا میں کیے جانے والے نکاح اور اجتماعی شادیوں کی محفلیں بھی فوٹو، ویڈیو فلم، شوروشغب، غیر ضروری مبارکبادیاں، اور خرافاتی اشعار سے وابستہ ہو جاتی ہیں۔ ان تدابیر کو زیادہ مفید بنانے کیلئے افرادِ ملّتِ اسلامیہ کی دینی تربیت، آخرت کی جواب دہی کے یقین، فضول خرچی پر خداوندی باز پرس ذہن نشین اور داخلِ عادت ومزاج کرنے سے نتائج کے مرتب ہونے کی امیدیں بڑھیں گی۔

بحالتِ موجودہ اگر عقدِ نکاح کی مجلس میں خطبۂ نکاح کا ترجمہ سنایا جائے، فضول خرچی کی تنقیص وتعییب کی جائے۔ زوجہ کے حقوق اور حسنِ عمل کے ہدایتی پہلو سامنے لائے

جائیں تو انشاءاللہ نفع ہوگا۔

اگر ممکن ہو تو خطبۂ نکاح کے ترجمہ کو خرچ و نمائش پر اسلامی احکام کی اور زوجہ کے ساتھ رہتے ہوئے اُس کے حقوق کی ادائیگی کو حاضرین کی زبان میں (آج کی اردو و ہندی میں) پرنٹ کرا کے تقسیم کر دیا جائے۔ اسی طرح وقت میں گنجائش نکال کر ''جہیز ایک ناسور'' کا ضروری حصہ بھی سنایا جائے یا طبع کرا کے دیدیا جائے تو افادیت میں اضافہ ہوگا۔ یہ سب وہ امور ہیں جنہیں اپنا کر سدھار کی راہیں کھلیں گی۔ ملی معاشرہ اور شرکاء نکاح سوچیں گے۔ ''الدین یسر'' ارشادِ رسولؐ کے ہوتے ہوئے ہم نے اس آسان عبادت کو کیسے، کتنا مشکل اور لغویات سے آلودہ کر لیا ہے۔

آج کے مسلم معاشرہ نے تلک اور مطالبۂ جہیز ہی کی حد تک نہیں بلکہ شرعی رشتہ کو من مانے انداز کی شکل دیدی ہے۔

منگنی کو بات طے کرنے تک ہی نہیں فضول خرچی سے زیر بار کیا جاتا ہے۔ مسلم شادیاں اس سے بھی متجاوز ہو چکی ہیں۔ بارات کی روانگی سے پہلے نوشہ سازی غیر محرم عورتوں کی موجودگی میں عمل میں لائی جاتی ہے۔ دولھا کے گھر سے دلہن کے گھر تک جانے والی بارات میں دولھا کے دوست واحباب ''آج میرے یار کی شادی ہے'' کے الفاظ گاتے اور یہ بے حیا مرد ناچتے ہوئے جاتے ہیں، نکاح کے بعد رخصتی کے وقت دولھا، دلہن کو ساتھ لیجانے کے لئے بلایا جاتا ہے اور زنانہ میں پہنچکر محرم و غیر محرم خواتین کی موجودگی میں رونمائی ہوتی ہے۔ ویڈیو فلم بنایا جاتا ہے۔ نکاح کے چوتھے دن چوتھی ہوتی ہے۔ پھر چار جمعوں تک پر تکلف دعوتیں اور چار جمعوں کے بعد چالا ہوتا ہے۔

آگے چل کر پاؤں پھیرا کیا جاتا ہے، بچہ ہونے پر چھٹی کا سامان ٹھیلوں میں سجا کر نمائش کرتے ہوئے لے جایا جاتا ہے۔ وغیرہ۔ یہ ساری خصلتیں یہ جملہ رسمیں اسلام کی نظر میں غیر ضروری ہیں داخلِ گناہ و معصیت ہیں۔ ان عادتوں اور رسوم کو لازمی جان کر گنجائش نہ ہو تو ادھار لیکر اور گنجائش ہو تو ریل پیل کرتے ہوئے انجام دیا جاتا ہے۔ اس مرحلہ پر ایک بار پھر سوچا جائے کہ **الدین یسر** (مسلم طریقۂ زندگی آسان ہے) اور '' **ان اعظم النکاح برکة أیسره مؤنة** '' (وہ نکاح زیادہ برکت والا ہے جس میں اخراجات کم سے کم ہوں) کو

سامنے رکھ کر غور کریں کہ مسلم زندگی ہادیٔ برحق کے ارشادات سے کتنی ہٹ چکی ہے۔

ترسم ترسی بکعبہ اے اَعرابی کیں کہ تو می روی بہ ترکستان اَست

مولانا محمد شمشاد صاحب نے جہیز اور تلک ہی کو خنجر نہیں بتایا ہے بلکہ وہ جملہ خرافاتِ نکاح پر تشنیع فرمانے والے ہیں۔ ان کی مندرجہ کتاب کو پڑھنے سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا جذبۂ اصلاح سے سرشار ہیں۔ یہ ہدایت نامہ چار ابواب پر حاوی ہے۔ پہلا باب اسراف، مہر کی دینی حیثیت، اسلامی صاحبزادیوں کے رشتے اور دیگر معلومات کو واضح کرتا ہے۔

دوسرے باب میں علماء دین، قانونِ اسلام کے ججوں کی رائیں ہیں۔ رائیں نہیں فتاویٰ و فیصلے ہیں۔ زندگی کی رہنمائی کے لیے شمع راہ ہیں جن سے اِبا و انکار کی گنجائش اور سرِ مو انحراف کا جواز نہیں۔

تیسرے باب میں مشورہ ہے رشتہ کے انتخاب کے لئے کیا طریقہ اپنایا جائے اس سلسلہ میں ایک مومن کا انتخابِ رشتہ میں جرأتمندانہ و مومنانہ عمل درج کیا گیا ہے۔

چوتھے باب میں مطالبہ جہیز کے خوفناک نتائج امّتِ مسلمہ کی ذمہ داری، دختران امت کی مطلوبہ جہیز نہ پہنچنے پر پریشانی و ہلاکت، خودسوزی و سسُرالی لوگوں کی بدکرداری کی نشاندہی کی ہے۔

کتاب کے اول و آخر میں فضول خرچی سے بچنے، اصلاحی مساعی کو اپنانے، قرآنِ کریم کی آیات اور ارشاداتِ رسول کو لکھ کر صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے شمعیں روشن کی ہیں۔

مولانا کی یہ مساعی اور یہ جذبۂ خیر لائقِ تحسین ہے قابلِ اجر ہے۔ ضروری ہے کہ مسلم معاشرہ اس سے استفادہ کرے۔ ارباب جامعۃ الہدایہ بھی لائقِ تشکر ہیں کہ وہ اپنے عظیم ادارہ میں اچھے اساتذہ جمع کر کے علمی تدریس کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے ساتھ عملی رہنمائی و ہدایت کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ **ولھم فی ذلک الجزاء العظیم۔**

احمد حسن غفرلہٗ

۹/ذی القعدہ الحرام ۱۴۲۴ھ

مطابق: ۱۳/جنوری ۲۰۰۳ء

تقریظ

حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد عبدالحق صاحب صدیقی

بن استاذ العلماء حضرت مولانا محمد اسحٰق نور اللہ مرقدہ
بانی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم رامپور کیشو داؤدنگر شیوہر بہار،
نقیب امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ۱۹۷۵ء

عزیز القدر مولانا محمد شمشاد ندوی استاذ جامعۃ الھدا ایہ جے پور (راجستھان) نے حالات حاضرہ کے پیش نظر قوم کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو رسم ورواج اور شادی بیاہ کے فضول اور ناجائز اخراجات وتصرفاتِ بے جا کے سمندری بھنور سے بچانے کے لئے اسلام اور دریائے شریعت محمدی کے کنارے لانے کے لئے بڑی محنت اور سمجھ بوجھ سے کام لیا ہے یہ کتاب اُمت محمدیہ کے لئے روشنی کا کام دے گی اور ہر شخص کو تلک جہیز اور نکاح کے وقت قبل یا بعد برے رسومات اور فضول اخراجات سے بچنے کیلئے اور جانبین کی بدحالی کو دور کرنے کیلئے اس کتاب کا مطالعہ کرنا، پڑھنا اور جاہلوں ونادانوں کو بتانا بہت ضروری ہے دیکھا جارہا ہے کہ شادی کے بعد لڑکی والے بدحال اور جانوں کو گنوادیا ہے اور لڑکے والے ناجائز اور حرام روپیہ لے کر تھوڑی دیر کیلئے ٹھنڈی سانس تو لیتے ہیں مگر ان کے گھر سے برکت دور ہوجاتی ہے اور قوم میں رسوا اور بُری نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ یہ کتاب ایسے وقت میں قوم کی برائی کو دور کرنے کیلئے بہترین ثابت ہورہی ہے اور ہوگی اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلعم کے صدقہ میں عزیز موصوف کو دارین کی نعمت عظمٰی اور صحت وتندرستی کے ساتھ علمی خزانے عطا فرمائے۔ آمین۔

حکیم مولوی محمد عبدالحق

میں اس بات سے خوب واقف ہوں کہ دنیا کا سب سے مشکل کام لکھنا اور پڑھنا ہے۔ اور آج کے دور میں جبکہ روزانہ دنیا میں لاکھوں رسائل اور اخبارات شائع ہوتے ہوں اور تقریباً ۳۰ ہزار کتابیں ہر روز پہلی مرتبہ چھپتی ہوں، اس علمی ذخیرے میں سے اپنے مطلب کی چیز نکالنا، اسے سینتنا، اس کی درجہ بندی کرنا اور حوالے کے طور پر اپنی کسی تصنیف میں شامل کرنا کتنا مشکل کام ہے۔ مولانا محمد شمشاد ندوی نے اپنی تازہ ترین کتاب ''جہیز ایک ناسور'' میں یہی علمی اور تحقیقی کارنامہ انجام دیا ہے۔ جس کے لئے وہ پورے علمی جہان سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ۱۰۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں مصنّف نے عصری ناسور یعنی جہیز کو ایک لعنت قرار دیا ہے اور قرآن وحدیث سے اس کے ردّ میں حوالے تو لائے ہی ہیں، ان کے علاوہ تازہ ترین اخباری اطلاعات اور دلہن سوزی نیز لڑکی کو ولادت سے قبل ماں کی کوکھ میں مار ڈالنے کی خبروں کا احاطہ کرکے اپنی تحریر کو اور زیادہ جاندار اور قابل رشک بنادیا ہے، حضرت فاطمہؓ کے جہیز اور حضرت زینبؓ کے ہار کی حقیقت کو مصنّف نے بہت دلچسپ موڑ دے کر اور اس بحث کو خالص علمی اور تحقیقی رنگ دے کر قارئین کو مطمئن کیا ہے۔ کتاب نے مجھے متاثر کیا اور میں اسے ایک ہی نشست میں پڑھ کر اٹھا ہوں۔ مولانا محمد شمشاد ندوی سے دیرینہ ربط ہونے کے باوجود مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ نے ان میں لکھنے کی ایسی صلاحیت ودیعت کر رکھی ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ!

(پروفیسر) انیس چشتی
(جنرل سکریٹری، کل ہند تحریک پیام انسانیت)

دعائیہ کلمات

آپ کی کتاب (جہیز ایک ناسور) ملی۔ میں اس کا بڑا حصّہ ایک نشست میں دیکھ گیا۔ ماشاء اللہ کتاب آپ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے لکھی ہے اور بہت ہی عمدہ مواد یکجا کر دیا ہے۔ آپ کی اس علمی کاوش پر صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس گراں قدر محنت کو قبول فرمائے اور آپ کے لیے زادِ آخرت بنائے۔

مجھے توقع ہے کہ آپ آئندہ بھی اس طرح کے علمی و دینی مضامین پر کام کرتے رہیں گے جن سے ملک کو فائدہ پہنچتا رہے اور آپ کا مطالعہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب دعا

(حضرت مولانا مفتی) ظفر الدین (صاحب مفتاحی)

مفتی دار العلوم دیوبند

صدر اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا

آپ نے جہیز کے موضوع پر جو مضامین لکھے ہیں، ان مضامین کو میں نے از اول تا آخر بغور پڑھا۔ مضامین پڑھنے کے بعد اندازہ لگا کہ آپ نے اس کے لیے کافی محنت اور تحقیق کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی محنت کو قبول فرمالے اور اس کی نافعیت کو عام فرمادے، آمین۔ آپ اس کو ضرور شائع کرائیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ آپ کی کتاب مقبول ہوگی اور امت کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچے گا۔ یہ ایک اہم موضوع ہے اور وقت کی اہم ضرورت ہے، تلک اور جہیز کی لعنت مسلم معاشرہ میں بھی داخل ہوگئی ہے اور یہ لعنت گھن کی طرح پورے معاشرے کو برباد کررہی ہے ضرورت ہے کہ اس کی حرمت اور قباحت و شناعت کو تقریر کے ذریعہ بھی بیان کیا جائے، اور تحریر کے ذریعہ بھی، میں دل کی گہرائیوں سے دعا کرتا ہوں اور آپ کی دعاؤں کا بھی میں محتاج ہوں۔

فقط والسلام

(مولانا مفتی) محمد جنید عالم صاحب ندوی قاسمی

صدر مفتی دار الافتاء امارت شرعیہ، بہار واڑیسہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ

ابتدائیہ

اسلام میں نکاح مستحسن اور رہبانیت وتجرد کی زندگی مذموم وناپسندیدہ ہے۔نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام کی سنت ہے۔سورہ رعد میں ہے۔

”ولقد أرسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم أزواجا وذریة “ اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے دیے(۱)

حدیث وفقہ کی کتابوں میں ایک مستقل باب نکاح اور اس کے متعلقات کا موجود ہے،اس کے مطالعہ کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ تلک وجہیز،گھوڑا جوڑا،رسم ورواج،اسراف وفضول خرچی،اورتکلفات واخراجات کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:”ان أعظم النکاح برکة أیسرہ مؤونة “(۲) یعنی وہ نکاح زیادہ بابرکت ہے جس میں اخراجات کم سے کم ہوں۔

لیکن افسوس کہ ہم نے غیروں سے متاثر ہوکر تلک (نقد رقم) اور جہیز کو نکاح کا لازمی حصہ بنا کر نکاح کو مشکل سے مشکل تر بنا لیا ہے،جبکہ برادران وطن تلک اور جہیز کے بدترین نتائج کو دیکھ کر اس کے خاتمہ کے لیے مسلسل جد و جہد کر رہے ہیں۔اس کے باوجود کہ ہندو دھرم میں اس کی

(۱) سورہ رعد: آیت نمبر ۳۸
(۲) مسند احمد بن حنبل ج ۶،ص ۸۲۔دار الفکر العربی، بیروت

اجازت ہے اوران کی مقدس ہستیوں کے حالاتِ زندگی میں اعلیٰ قسم کے جہیز کا ثبوت ملتا ہے۔

ہم نے تلک وجہیز کے علاوہ رسم ورواج ،فضول خرچی واسراف ،اور نمود ونمائش کے نت نئے طریقے ایجاد کرلیے ہیں۔ایک منگنی ہی کو لے لیجئے کہ اس میں لڑکی والوں کا اتنا خرچ ہوجاتا ہے کہ اگر سنت کے مطابق شادی ہو تو کئی لڑکیوں کی شادی ہوجائے۔

موجودہ منگنی کی رسم جوفضول خرچی اورخرافات سے آراستہ ہوتی ہے۔ یہ شریعت کے مزاج ومنشا سے متصادم ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ شریعت اسلامیہ نکاح کی غرض سے لڑکی کو دیکھنے کی اجازت دیتی ہے۔حضرت جابرؓ بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ حضوراکرم ﷺ نے فرمایا:

''اذاخطب أحدکم المرأة فان استطاع ان ینظرالی ما یدعوہ الی نکاحھا فلیفعل'' (۱)

ترجمہ: ''یعنی تم میں سے کوئی کسی عورت کے یہاں نکاح کا پیغام بھیجےتو جو چیز اس کے نکاح کی داعی بنی ہے اس کو دیکھ سکےتو دیکھ لے''۔

معلوم ہوا کہ منگیتر غیرمحسوس طور پرلڑکی کو دیکھ لے یا لڑکی کے اولیاء کی اجازت سے لڑکی کو دیکھ لے یا اپنے گھر کی عورتوں کے ذریعہ اپنی ہونے والی بیوی کومنتخب کرلے، بہتر یہ ہے کہ بلا اظہارنکاح لڑکی کو دیکھ لے تا کہ انکار کی صورت میں لڑکی یا اس کے گھر والوں کو دلی صدمہ اور ذلت ورسوائی نہ ہواور دوسری جگہ شادی میں دقّت نہ ہو،لڑکی پسند آجائے تو پیغامِ نکاح بھیج دے، دوسری جانب سے رشتہ کی منظوری کے بعد دونوں کے اولیاء اور رشتہ دار مسجد میں جمع ہوں اور خطبہ مسنونہ اورزوجین کی ملاقات کے بعد حسبِ سہولت اور طاقت ولیمہ کا اہتمام کرلیا جائے ،بس یہی ہے اسلام کا طریق نکاح۔

(۱)سنن ابوداؤد، حدیث نمبر۲۰۸۲رج ۲ص ۲۳۵، دارالحدیث۔القاہرہ

موجودہ دور کی بارات کے لیے بھی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے، جس میں فضول خرچی اور بے پردگی و بے حیائی عام بات ہوگئی ہے ، بارات میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی ہوتی ہیں، منچلے نوجوان ، خوبصورت لڑکیاں اور معصوم بچے بھی ہوتے ہیں، فلمی نغموں کی کیسٹیں اور کیمرے ساتھ ہوتے ہیں۔کبھی سفر چند فاصلوں کا ہوتا ہے تو کبھی دوسرے دیہات اور شہر کا بھی ہوتا ہے ۔اس سفر میں جو بے پردگی و بے حیائی ہوتی ہے اس کا آپ خود اندازہ کر لیجئے۔معاملہ یہیں نہیں ختم ہو جاتا، بلکہ مستقبل کی بہت ساری برائیوں کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے، بارات کی آن بان، اور شان وشوکت پر اپنے کیا برادران وطن بھی ششدر رہ جاتے ہیں۔گاڑیوں کی لمبی قطار، باراتیوں کی بھیڑ، جس میں دوشیزائیں اور حسیناؤں کی آمیزش۔۔۔۔کیمرہ اور فوٹو گرافی کی کثرت، بینڈ باجے، رقص وسرور کا یہ عالم کہ عقل حیران اور آنکھیں چکا چوندھ۔۔۔۔دوسری جانب لڑکی والوں کو ان کے پر تکلف کھانوں اور رہائش کے نظم میں بیحد دشواری اور پریشانی ہوتی ہے، اسلام ان تکلفات کا متحمل نہیں ہے۔

تلک وجہیز ایک رسم ہے ورنہ اسلام میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔آپ ﷺ کی شادیوں کے باب میں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت واحوال میں جہیز لینے اور دینے کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث، متقدمین فقہاء اور ائمہ اربعہ کی کتابوں میں جہیز کا تذکرہ نہیں ہے اس کے باوجود ہمارا معاشرہ اس لعنت میں گرفتار ہوکر کسب حرام، رشوت ، زنا وبدکاری، عریانیت وفحاشی، قتل و خونریزی، طلاق اور خودکشی کی آماجگاہ بن گیا ہے۔

راقم الحروف نے اس معاشرہ ـــــــ جس میں تلک وجہیز، اسراف وفضول خرچی اپنے شباب پر ہے اور جس میں اسلامی تعلیمات کے برخلاف رسم ورواج اور خاندانی قانون ودستور کو ترجیح حاصل ہے ـــــــ کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور اس معاشرہ کی مشکلات وحالات کا باریک بینی سے جائزہ لیا

ہے اور جس خطہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جہیز کی لعنت سے پاک ہے اس کی تہہ میں جانے اور جہیزی اموات اور اس کی خبروں و تجزیوں سے یہ بات بالکل غلط ثابت ہوجاتی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ ہند و پاک ، بنگلہ دیش اور نیپال کے مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات کے برخلاف تلک (نقد رقم) جہیز، گھوڑا جوڑا، رسم ورواج اور فضول خرچی واسراف کو اپنی تقریبات کا ضروری حصہ قرار دے دیا ہے اور انہوں نے اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی کے نئے نئے طریقے ایجاد کر لیے ہیں۔

موجودہ معاشرہ میں لڑکی کی پیدائش پر مایوسی واداسی اور رنج وغم اور لڑکے کی پیدائش پر مسرت وشادمانی اس دور جاہلیت کی یاد تازہ کر دیتی ہے کہ جس میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا عام رواج تھا۔آج وہی جاہلیت اپنے نئے رنگ وروپ میں واپس آگئی ہے،فرق صرف اس قدر ہے کہ موجود جاہلیت میں رحم مادر ہی میں بچی ہلاک کر دی جاتی ہے یا پیدائش کے بعد مختلف تدبیروں سے موت کے آغوش میں دے دی جاتی ہے،آج جس تیز رفتاری سے رحم مادر میں یا پیدائش کے بعد لڑکیوں کی ہلاکت کے دلخراش ودلدوز واقعات پیش آرہے ہیں وہ پورے ہندوستانی سماج کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔

اس منزل سے کامیاب گذر جانے والی لڑکیوں کو جہاں آئندہ کئی طرح کی مشکلات وخطرات کا سامنا ہے وہیں قحبہ خانے کی آبادی اور جہیزی اموات میں اضافہ، صالح معاشرہ کے لیے ایک زبردست چیلنج ہے۔

یہی وہ دلی احساسات ہیں جنہوں نے اس کتاب کی تحقیق وجستجو، محنت ومشقت، اور عرق ریزی وجانفشانی پر آمادہ کیا، اگر امت مسلمہ کا ایک فرد بھی اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اسلامی تعلیمات کے مطابق شادی کر کے اپنے معاشرہ اور ہندوستانی سماج کے لیے نمونہ بن جائے تو یہ میری اخروی نجات کے لیے کافی ہے۔

زیرنظر کتاب جس کا ابتدائی خاکہ ۱۹۹۷ء میں تیار کیا تھا دوسرے علمی کاموں کے ساتھ اس کے مراجع ومصادر کی تلاش وتحقیق کا کام وقفہ وقفہ سے اکتوبر ۱۹۹۹ء تک جاری رہا۔ اس مدت میں جہاں تفسیر، حدیث، فقہ اور سیرت کی کتابیں مطالعہ میں رہیں وہیں اخبارات میں جہیز کی وجہ سے زدوکوب، ذہنی وجسمانی تکالیف، طلاق، خودکشی اور قتل کے انسانیت سوز واقعات نظر سے گذرتے رہے، ہر واقعہ نے مجھے بیحد متاثر کیا اور ایسا محسوس ہوا کہ اس سے میرا گہرا ربط وتعلق ہے، اس لیے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہ کتاب نہیں بلکہ خون جگر کے رشحات ہیں۔

اس اہم کام کے لیے ایک مشاق قلم کی ضرورت تھی لیکن اس یقین کے ساتھ اس کام کا آغاز کیا کہ اللہ تعالیٰ دلی کیفیات وحالات کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے، میرے بے ربط جملے بارگاہ رب العزت میں شرف قبولیت سے ہمکنار ہوجائیں اور امت مسلمہ کی ہدایت کا باعث بن جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے وماذلک علی اللہ بعزیز۔

ماہنامہ ''ہدایت'' جے پور میں زیرنظر کتاب کی ابھی چند قسطیں ہی منظر عام پر آئی تھیں کہ مجلسِ نوجوانانِ ملت جے پور نے پوری کتاب کو ہندی زبان میں منتقل کرکے ایسے موقع پر شائع کیا جس میں ۶۱ لڑکوں کی شادیاں بغیر کسی تلک جہیز کے ہوئیں جس میں راجستھان کے گورنر اور وزراء شریک ہوئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور والدین، اساتذہ اور مشفقین کی دعاؤں کے طفیل میں اس ناچیز کی تحریر کو قبولیت عام وخاص حاصل ہوئی۔

ماہنامہ ہدایت میں زیرنظر کتاب کی اشاعت کے بعد میں نے ایک سوال نامہ مرتب کرکے مختلف تاریخوں میں مستند مراکز افتاء میں ارسال کیا، ان میں سے دارالعلوم دیوبند، امارت شرعیہ بہار واڑیسہ، مظاہر العلوم سہارنپور، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعۃ الفلاح اعظم گڈھ کے فتاویٰ

موصول ہوئے جواس کتاب کا ایک مستقل باب ہے۔اس علمی معاونت پر تمام مفتیان کرام کا مشکور ہوں اللہ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے، ۔اس باب کے آخر میں اسلامک فقہ اکیڈمی ہند کا وہ فیصلہ بھی شامل کیا جا رہا ہے جس کو اسلامک فقہ اکیڈمی کے تیرہویں فقہی سیمینار میں شریک تمام مکاتب فکر کے ایک سو سے زائد ممتاز علماء ومفتیان کرام کی تائید وتصدیق حاصل ہے۔

استاذ نا المکرّم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کے تہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود بیش قیمت مقدمہ تحریر فرما کر اس حقیر تالیف کی قدر افزائی فرمائی اسی طرح حضرت مولانا محمد خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی کے بیحد ممنون ہیں جنہوں نے حد درجہ تصنیفی وتحقیقی انہماک کے باوجود اس کتاب پر پیش لفظ تحریر فرما کر مزید علمی وتحقیقی کام کرنے کا نیا عزم وحوصلہ عطا فرمایا، اللہ ان دونوں کی عمر میں اضافہ وبرکت عطا فرمائے آمین۔

مولانا مفتی محمد جنید عالم صاحب ندوی قاسمی دامت برکاتہم، صدر مفتی امارت شرعیہ بہار واڑیسہ، مولانا قاضی عبدالجلیل صاحب قاسمی، دامت برکاتہم نائب قاضی امارت شرعیہ بہار واڑیسہ اور مولانا محمد یوسف ندوی ومولانا محمد عارف ندوی مدظلہما العالی نے پورے مسودہ کو بالاستیعاب ملاحظہ فرما کر اپنے مفید مشوروں سے سرفراز فرمایا، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ندوی مدنی حفظہ اللہ اور مولانا عبدالقدوس صاحب قاسمی دامت برکاتہم نے بھی پورے مسودہ کا بنظر غائر مطالعہ فرما کر اس پر تقاریظ تحریر فرمائیں، ان تمام کے لیے شکر وامتنان کے جذبات سے مؤلف کا دل معمور ہے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اس موقع پر حضرت مولانا محمد فضل الرحیم صاحب مجددی مدظلہ العالی۔امیر جامعۃ الھدایہ جے پور۔اور حضرت مولانا محمد ضیاء الرحیم صاحب مجددی مدظلہ العالی۔نائب امیر جامعۃ الھدایہ ـــــــ جنہوں نے

اپنی راحت وآرام اورسکون واطمینان کو جامعہ کی ہمہ جہت ترقی ،علم پروری اور علمی کاموں کی حوصلہ افزائی پرقربان کردیا ہے ـــــــ کا تذکرہ نہ کروں جن کی مربیانہ شفقتوں اور دعاؤں کے زیرسایہ سکون وراحت اوریکسوئی ودلجمعی کے ساتھ اس علمی کام کوانجام دے سکا۔

ہم ان تمام حضرات کے بھی شکرگزار ہیں جنہوں نے کتابت، پروف ریڈنگ، طباعت اوراشاعت کے کسی بھی مرحلہ میں ہماری مدد کی۔آخرمیں دست بدعاہیں۔

بارالہا:۔ہم نے اسلامی تعلیمات سے کنارہ کشی اختیارکرکے تلک وجہیز،رسم ورواج،اسراف وفضول خرچی اورنمود ونمائش کوتقریب نکاح کا لازمی حصہ بنالیا ہے اس کی وجہ سے بے شمارایسی برائیاں ہمارے معاشرہ میں داخل ہوگئی ہیں جوپچھلی قوموں کی تباہی کا ذریعہ بن چکی ہیں۔لیکن محض تیرے فضل وکرم سے ہم زندہ وسلامت ہیں۔تُو ہمیں تلک وجہیز،گھوڑا، جوڑا،رسم ورواج،اسراف وفضول خرچی سے دور رہنے،اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور ہندوستانی سماج کوبھی اس لعنت سے نجات دلانے کے لیے جہد وسعی کی توفیق عطا فرما اور اس کتاب سے امت کو فیض پہنچاکرمؤلف،اس کے والدین اور اساتذۂ کرام کو اجرعظیم عطا فرمااور مؤلف کو ہرطرح کے شرور وفتن سے محفوظ رکھ کر مزیدعلمی وتحقیقی اور دینی خدمت کرنے کی توفیق عطافرما،آمین یاارحم الراحمین۔

محمد شمشاد ندوی
استاذ جامعۃ الھدایہ
رام گڑھ روڈ، جے پور ۳۰۲۰۲۷
راجستھان

۱۲؍اکتوبر ۲۰۰۱ء
۲۴؍رجب ۱۴۲۲ھ
بروز جمعہ

باب اول

فضول خرچی اور تقریب نکاح

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے ۔امت مسلمہ امت وسط ہے ، اعتدال اس امت کا زیور اصلی ہے ۔امت محمد یہ کی دونوں جہاں کی کامیابی ، زندگی کے تمام معاملات میں اعتدال کی راہ پر گامزن ہونے میں مضمر ہے ۔ اسلام خالص دینی کاموں میں بھی اپنے ماننے والوں کو اعتدال کا حکم دیتا ہے جبکہ اسلام سے پہلے شریعت عیسوی میں حد درجہ وسعت تو شریعت موسوی میں بے حد تنگی تھی ۔

اسلام نے حصول مال اور مصارف مال کا ایک معتدل ضابطہ مرتب کیا ہے اس نے حلال طریقہ سے دولت حاصل کرنے اور حلال راستے میں خرچ کرنے کو مستحسن اور اپنی دولت کو بے جا خرچ کرنے کو فضول خرچی قرار دیا ہے ۔ اور فضول خرچی اللہ کو نا پسند ہے ، ارشاد خداوندی ہے ۔

’’وآت ذا القربیٰ حقه والمسکین وابن السبیل ولاتبذر تبذیراً ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربه کفوراً‘‘ (۱)

ترجمہ: ’’اور قرابت داروں کو اس کا حق (مالی وغیر مالی) دیتے رہنا اور محتاج و مسافر کو بھی دیتے رہنا اور مال کو بے موقع مت اڑانا ، کیوں کہ بیشک بے موقع اڑانے والے شیطان کے بھائی (یعنی ان کے مشابہ) ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے‘‘ ۔

(۱) بنی اسرائیل ۲۶ ۔ ۲۷

حرام کام میں ایک روپیہ بھی خرچ کیا جائے تو وہ فضول خرچی ہے امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: ''من أنفق درهماً فی حرام فهو مبذر''(۱)''یعنی جس نے حرام کام میں ایک درھم خرچ کیا تو وہ فضول خرچ ہے''

جائز امور میں بھی اپنی طاقت سے زیادہ خرچ کرنا اللہ کو ناپسند ہے۔

یٰبنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد و کلوا و اشربوا و لا تسرفوا انه لا یحب المسرفین(۲)

ترجمہ: ''اے آدم کی اولاد! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو البتہ اسراف نہ کرو اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

اور سورہ انعام میں ہے۔

'' کلوا من ثمره اذا أثمر و اٰتوا حقه یوم حصاده ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین ''(۳)

ترجمہ: ''ان سب کی پیداوار کھاؤ، جب وہ نکل آوے اور اس میں جو حق (شرع سے) واجب ہے وہ اس کے کاٹنے اور توڑنے کے دن مسکینوں کو دیا کرو اور حد سے مت گذرو یقیناً حد سے گذرنے والوں کو اللہ ناپسند کرتا ہے''۔

نیک کام میں اس قدر خرچ کرنا جس سے انسان تنگ دست ہو جائے اور دوسروں سے قرض لینے یا دست سوال پھیلانے کی نوبت آجائے اس سے حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔(۴)

ایک روایت میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''**ما عال من اقتصد**''(۵)

''یعنی جو خرچ میں میانہ روی اور اعتدال پر قائم رہتا ہے وہ کبھی فقیر و محتاج نہیں ہوتا ''

---

(۱) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج۱۰ص ۲۴۸

(۲) سورہ اعراف: آیت نمبر ۳۱

(۳) سورہ انعام: آیت نمبر ۱۴۲

(۴) سنن الدارمی ج ۱ص ۳۹۱ نیز ملاحظہ ہو تفسیر رازی ج ۳ص ۵۱

(۵) مسند احمد بن حنبل ج ۱ص ۴۴۷

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

''**من اقتصد أغناه الله و من بذّر أفقره الله، و من تواضع لله رفعه الله و من تجبّر قصمه الله**''(۱) ''یعنی جس نے میانہ روی اختیار کی اللہ نے اس کو بے نیاز کردیا اور جس نے فضول خرچی کی اللہ نے اس کو محتاج بنادیا اور جس نے اللہ کی خاطر خاکساری اختیار کی اللہ نے اس کو سربلندی عطا کی اور جس نے تکبر کیا اس کو اللہ نے ہلاک کردیا ''

قرآن میں اللہ کے خاص بندوں کا امتیازی وصف یہ بیان کیا گیا ہے۔

''**والذین اذا أنفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواماً** (۲)

یعنی ''وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اوران کا خرچ کرنا اس (افراط وتفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے''۔

فضول خرچی ممنوع تو بخل مذموم ہے۔بخیل حقوق کی ادائیگی میں غفلت سے کام لیتا ہے اوراپنی جائزضروریات زندگی سے پہلوتہی کرتا ہے اور نیک کاموں میں خرچ نہ کرنے کی وجہ سے اخروی خسارہ ونقصان سے دوچار ہوتا ہے اسی طرح اسراف وفضول خرچی کرنے والا محتاج ومفلس ہوکر حقوق کی ادائیگی سے عاجز اور دونوں جہاں میں ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

قرآن نے اس مسلمہ حقیقت کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

''**ولا تجعل یدک مغلولة الیٰ عنقک ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوماً محسوراً**''(۳)

''اورآپ نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ لیں اورنا ہی بالکل کھول دیں کہ آپ تہی دست وحسرت زدہ ہوکر بیٹھ جائیں''۔

اسلام میں نکاح کی ترغیب وتاکیداوررہبانیت و تجرد کی زندگی مذموم و ناپسندیدہ ہے۔نکاح حضوراکرم ﷺ اورتمام انبیاء کرام کی سنت ہے۔نکاح نام ہے دوگواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کا۔نہ باراتیوں کی لمبی قطار،نہ تلک وجہیز نہ عمدہ

(۱) کنزالعمال ج۳ ص۵۰
(۲) سورہ فرقان: آیت ۶۷
(۳) بنی اسرائیل: آیت ۲۹

سے عمدہ کھانے کا نظم، نہ کوئی صرفہ وخرچہ۔ نہایت ہی آسان ہے نکاح کی سنت۔۔۔
حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "ان أعظم النکاح برکة أیسره مؤونة"(۱)
یعنی وہ نکاح زیادہ بابرکت ہے جس میں اخراجات کم سے کم ہوں"۔
لیکن افسوس صد افسوس کہ ہم نے غیروں سے متاثر ہو کر اس مقدس فریضہ کو مشکل سے مشکل تر بنالیا ہے اور ہمارے معاشرہ میں اسلامی تعلیمات کے برخلاف رسوم ورواج، فضول خرچی واسراف اور نمود ونمائش کے نت نئے دروازے کھل گئے ہیں اور تلک (۲) وجہیز (۳) کو نکاح کا لازمی وضروری حصہ بنالیا گیا ہے اور یہ رسم جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی اور بڑھتی جارہی ہے۔

(۱) مسند احمد بن حنبل ج ٦ ص ۸۲
(۲) تلک:۔ وہ روپیہ جو شادی کے پہلے دلہن کا باپ دولہا کے گھر بھیجتا ہے،
(۳) جہیز کو ہندی میں ngst کہتے ہیں۔ اردو میں مستعمل جہیز، جہاز کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور جَهّزَ کا مصدر تجهیز ہے جس کے معنی تیاری کرنے کے ہیں، جَهّزَ المیت، میت کے کفن دفن کا سامان مہیا کرنا، جَهّزَ العروس، دلہن کا سامان مہیا کرنا، الجهاز للبیت او المسافر او العروس، گھر یا مسافر یا دلہن کا ضروری سامان۔ منجد (ص ۱۰٦) میں ہے
الجهاز للبیت او المسافر او العروس مایحتاج الیه.
جہاز گھر یا مسافر یا دلہن کے لئے وہ سامان ہے جس کی ضرورت ہوتی ہے۔
دائرۃ المعارف میں ہے۔
عبارة عن مجموع ادوات معدة للقیام بعمل من الاعمال
(دائرۃ المعارف ج ٦ ص ۵۷۴)
جہاز اس ساز وسامان کے مجموعے سے عبارت ہے جو کسی کام کے کرنے کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔
المفردات فی غریب القرآن میں ہے:
الجهاز ما یعد من متاع وغیره والتجهیز حمل ذلک أو بعثه (المفردات فی غریب القرآن ص ۱۰۱)
جہاز اس سامان وغیرہ کو کہا جاتا ہے جو (کسی کے لیے) تیار کیا جاتا ہے اور تجهیز کا معنی ہے اس سامان کو اٹھانا یا بھیجنا۔

امت مسلمہ میں تلک اور جہیز ہند و مت کی تقلید:

ہندوتہذیب (۱) سے متاثر ہوکر امت مسلمہ نے اس رسم کو اپنے معاشرہ

(۱) ہندوقوم میں اس رسم کا آغاز تو ویدک دور سے ہی ہو گیا تھا۔مگر پرانوں کے دور میں اس کو بہت فروغ حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ پرانوں میں متعدد دیوی دیوتاؤں کی شادیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے ساتھ ہی ان شادیوں میں دیے گئے جہیز کی تفصیلات بھی بیان کی گئی ہیں ، ان میں چند ملاحظہ کی جائیں۔

۱۔ پاروتی کا جہیز:

تلسی داس نے رام چرت مانس میں شیو اور پاروتی کی شادی کا تذکرہ کرتے ہوئے اس جہیز کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ جو پاروتی کے والد نے انہیں دیا تھا۔وہ کہتے ہیں پاروتی کے والد نے شیو جی کو غلام،لونڈیاں،گھوڑے،رتھ،ہاتھی،گائیں،کپڑے اور ہیرے جواہرات کے کےعلاوہ اور بھی بہت سی اشیاء چھکڑوں میں بھر کر نیز غلہ اور سونے کے برتن دیے غرض پاروتی کے والد نے شیو جی کو اتنا جہیز کا سامان دیا کہ وہ حد بیان سے باہر ہے۔

۲۔ دروپدی کا جہیز

مہابھارت میں دروپدی اور پانڈوں کی شادی میں دیے گئے جہیز کی تفصیلات اس طرح دی گئی ہیں جن کے مطابق دروپو راجہ نے اپنی بیٹی دروپدی کی شادی کے موقع پر اپنے داماد کو بہت سے ہیرے جواہرات اور دولت دی ان میں ہیرے جواہرات جڑی ہوئی راسیں لگا کر اچھی قسم کے گھوڑوں والے سو رتھ،سو ہاتھی،بہترین لباس اور زیورات،زیب تن کی ہوئی سو لونڈیاں دی گئیں ان کے علاوہ بھی بہت سی دولت اور جواہرات دیے گئے،راجہ دروپد نے اتنا اتنا جہیز پانڈوں کے پانچوں بھائیوں کو دیا۔

۳۔ راجہ وراٹ کی بیٹی کا جہیز

مہابھارت ہی میں ارجن کے بیٹے ابھی مینو کی شادی کا تذکرہ بھی ہے اس کو بھی راجہ وراٹ نے جہیز میں صبا رفتار سات ہزار گھوڑے،دو سو مست ہاتھی اور بہت سا دھن دیا اس نے راج،فوج اور دولت کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی داماد کو دے دیا۔

٤۔سبھدرا کا جہیز

مہابھارت میں سری کرشن بھگوان کی بہن سبھدرا کی شادی کا تذکرہ بھی آیا ہے اس سلسلہ میں اس جہیز کا بھی تذکرہ ہے جو سری کرشن بھگوان نے اپنی بہن کو دیا تھا سنیے:

سونے سے مڑھے ہوئے ایک ہزار رتھ،دس ہزار گائیں،سونے سے سجی ہوئی اور چاندی جیسی سفید ایک ہزار گھوڑیاں،پانچ ہزار خچر،پانچ سو سدھے ہوئے بیل،سونے کے زیورات سے مزین ایک ہزار لونڈیاں،ایک لاکھ گھوڑے اور دس آدمیوں کے وزن کے برابر سونا جہیز کے طور پر دیا گیا۔اس کے علاوہ سری کرشن بھگوان نے اپنی بہن کو مہاوتوں کے ساتھ ایک ہزار ہاتھی بھی دیے جن کی گردنوں میں سونے کی گھنٹیاں لٹکی ہوئی تھیں۔............ (بقیہ اگلے صفحہ پر) ....

میں داخل کر کے دونوں جہاں کی ناکامی و نامرادی اور مصائب و آلام کو دعوت دے دی ہے چونکہ ہندودھرم میں عورت وراثت میں حصہ پانے سے

......حاشیہ گذشتہ صفحہ......

۵۔ سیتا کا جھیز

رامائن میں رام چندر بھگوان اور سیتا کی شادی کا ذکر بھی آیا ہے۔ شادی کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس جہیز کا تذکرہ بھی آیا ہے جو راجہ جنک نے ان کو دیا تھا، ملاحظہ ہو:

بالمیک رامائن میں آتا ہے کہ اس موقع پر راجہ جنک نے اپنی بیٹی سیتا کو کئی لاکھ گائیں، لاتعداد قالین، کروڑوں ریشمی اور سوتی لباس زیورات سے مزین بہت سے ہاتھی، گھوڑے رتھ اور پیدل فوجی نذر کیے، انہوں نے سو سولڑکیاں اور بہترین لونڈی اور غلام دیے۔ ان کے علاوہ ایک کروڑ سونے اور چاندی کے سکے، موتی اور مونگے بھی نذر کیے۔ جہیز کا یہ سامان راجہ جنک نے چاروں بھائیوں کو الگ الگ دیا اس لیے کہ بالمیک رامائن کے مطابق رام چندر جی کے ساتھ تین بھائیوں کی شادی ایک ہی ساتھ ہوگئی تھی۔

٦۔ ستیا کا جھیز

شریمد بھاگوت پران شری کرشن جی کی سوانح عمری پر مشتمل کتاب ہے اس میں شری کرشن جی کی شادی کا ذکر بھی آیا ہے۔ شری کرشن کی شادی ستیا سے ہوئی تھی اس شادی کے موقع پر جو جہیز دیا گیا وہ لباس وزیور سے مزین تین ہزار حسین لونڈیاں مزین تین ہزار گائیں نو ہزار ہاتھی، نو لاکھ رتھ، نو کروڑ گھوڑے اور گھوڑوں سے سو گنے غلاموں پر مشتمل تھا۔

یہ ہیں جہیز کے وہ چند واقعات جو بھگوانوں اور دیوتاؤں سے متعلق ہیں، یہ واقعات رامائن، مہابھارت اور شریمد بھاگوت پران میں بیان کیے گئے ہیں۔ یہ وہ کتابیں ہیں جن کو ہندو قوم مقدس مذہبی کتابیں ہونے پر یقین رکھتی ہیں اور جن کو ہر ہندو بڑی عقیدت اور احترام سے پڑھتا ہے اور سنتا ہے۔

ان میں رامائن تو ایک ایسی کتاب ہے جسے گھر گھر میں پڑھا جاتا ہے۔ ہر سال دسہرہ اور دیوالی کے درمیان اس کو اسٹیج کر کے دکھایا جاتا ہے۔ اور اکثر اوقات اس کے اکھنڈ پاٹھ کا انعقاد ہوتا رہتا ہے۔ جب ہندوؤں کے سامنے یہ بات آتی ہوگی کہ ہمارے بھگوان اور دیوتاؤں نے جب اتنا اتنا سارا وصول کیا ہے تو آخر ہم کیوں نہ اس پر عمل کر کے اپنے گھر بھرنے کی فکر کریں خواہ اس کے نتیجہ میں لڑکی والوں کا گھر ویران ہی کیوں نہ ہو جائے، اس طرح نفسیاتی طور پر بھی اور حرص وطمع کے سبب سے بھی لڑکے والے لڑکی سے شادی کے بدلے میں زیادہ سے زیادہ جہیز کی رقم وصول کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور لڑکی والے اس بلا کو ٹالنے کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتے اور یہ تک بھول جاتے ہیں کہ وہ اپنی دوسری لڑکیوں کے لیے کہاں سے دیں گے"۔

(ملاحظہ ہو: "اسلامی نظامِ معاشرت اور جہیز کی رسم" صفحہ ۴۱ تا ۴۳)

محروم رہتی ہے شادی کے موقع پر والدین جو کچھ دے دیتے ہیں وہی وہ پاتی ہے۔ (۱) اسی وجہ سے والدین شادی کے موقع پر بہت فراخ دلی سے کام لیتے ہیں اس کے برعکس اسلام عورت کو تمام جائز حقوق کے ساتھ وراثت میں حصہ دار قرار دیتا ہے۔

''للرجال نصیبٌ مما ترک الوالدان والأقربون و للنسآء نصیب مما ترک الوالدان والأقربون مما قلّ منه أو کثر نصیباً مفروضا'' (۲)

ترجمہ: مردوں کے لیے بھی ہے حصہ اس چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاتے ہیں اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں۔ خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر۔

سورہ نساء میں تقسیم ترکہ کی تفصیلی وضاحت کے بعد یہ آیت مذکور ہے۔

'' تلک حدود الله و من یطع الله و رسوله یدخله جنّٰت تجری من تحتها الأنهار خٰلدین فیها ،و ذٰلک الفوز العظیم ،ومن یعص الله ورسوله و یتعد حدوده یدخله نارًاخالداً فیها وله عذاب مهین'' (۳)

ترجمہ ''یہ سب احکام مذکورہ خداوندی ضابطے ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی پوری اطاعت کرے گا۔ اللہ تعالی اس کو ایسی بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل جائے گا اس کو آگ میں داخل کریں گے اس طور سے کہ وہ

(۱) تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات (مولانا ابوالحسن علی ندوی)
(بحوالہ انسائیکلوپیڈیا مذہب واخلاق ص ۲۷۱ جلد ۵ (نیویارک ۱۹۱۲)
(۲) سورہ نساء: آیت ۷
(۳) سورہ نساء: آیت ۱۴۔۱۳

اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے''۔

ہر وہ شخص جو عورت کو میراث سے محروم کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ بھلا کون مومن اس کی جسارت کرسکتا ہے۔ ترکہ میں حصہ داری کے ساتھ ساتھ عورت کے شادی کے بعد اپنے والدین اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ خوشگوار تعلقات ہوتے ہیں وہ دوسرے خاندان میں جا کر بھی اپنے خاندان سے جدا نہیں ہو پاتی ہے۔

تلک اور جہیز محض ایک رسم ہے اسلام میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مسلمانوں میں اس رسم کے آجانے کی وجہ سے متاخرین فقہاء کے فتاوی میں جہیز کے سلسلے میں چند ضروری احکام ملتے ہیں ورنہ قرآن و حدیث اور متقدمین فقہاء کی کتابوں میں ''جہیز'' کے عنوان سے کوئی باب نہیں ہے۔

وراثت سے محرومی جہیز کے جائز ہونے کی دلیل نہیں :

مروجہ جہیز کے جائز ہونے کی حمایت کرنے والوں کی ایک جاہلانہ دلیل یہ بھی ہے کہ اکثر لوگ لڑکیوں کو وراثت سے محروم رکھتے ہیں اس لیے ماں باپ شادی کے وقت جہیز کے نام پر اپنی بیٹی کو اپنے مال و دولت کا ایک حصہ دے کر گویا اس کے حصہٗ وراثت کو ادا کردیتے ہیں۔ اس کو اسلامی تعلیمات سے دوری اور جہالت کا ہی نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ جہیز نہ وراثت ہے اور نہ جائز عطیہ۔ وراثت تو اس لیے نہیں کہ وراثت کی تقسیم کا معاملہ موت کے بعد سامنے آتا ہے، کسی زندہ انسان کے مال میں وراثت نہیں ہے، وہ اپنی پوری جائیداد کا تنہا مالک ہوتا ہے، والدین اپنی لڑکی کو شادی کے موقع پر لاکھوں روپے کا سامان جہیز دے دیں تب بھی ان کے انتقال کے بعد

لڑکی مال متروکہ میں سے حصہ پائے گی۔ یہ حقیقت ہے کہ دورِ حاضر میں عموماً عورتیں وراثت سے محرومی کا شکار ہورہی ہیں، جس کی اجازت شریعت اسلامی نے نہیں دی ہے اور لوگ ان احکام سے چشم پوشی کرتے جارہے ہیں، جس میں عورتوں کو وراثت میں حصہ دار بنانے کی تلقین اور وراثت سے محروم کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ کہیں اس حق تلفی کی نقد سزا تلک و جہیز کی شکل میں تو نہیں مل رہی ہے؟

جہیز کو عطیہ اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ عام طور پر والدین اپنی بیٹی کو مطالبہ کے بعد سامان جہیز دیتے ہیں۔ مطالبہ کبھی تو صاف الفاظ میں ہوتا ہے تو کبھی اشاروں کنایوں میں ہوتا ہے۔ تو کبھی عرف ورواج کے طور پر ہوتا ہے، مطالبہ چاہے صراحۃً ہو یا دلالۃً ہو دونوں صورتوں میں ناجائز ہے۔ اگر والدین عرف ورواج کے مطابق سامان دینا نہیں چاہتے یا دینے کی استطاعت نہیں رکھتے تو لڑکے والوں کی طرف سے مختلف حیلوں سے رشتہ نامنظور کردیا جاتا ہے۔ یا رخصتی کے بعد مختلف طریقوں سے لڑکی پر دباؤ ڈال کر یا ذہنی و جسمانی تکلیف دے کر سامان جہیز حاصل کیا جاتا ہے، تو بھلا یہ عطیہ کیسے ہوسکتا ہے۔ جس کو خوشی و مرضی کے بغیر لڑکی کے اولیاء سے حاصل کیا جاتا ہے جبکہ دوسرے کا مال اس کی مرضی کے بغیر لینا حرام ہے۔

اگر والدین اپنی لڑکی کو بغیر کسی مطالبہ کے (خواہ صراحۃً ہو یا دلالۃً) اور عرف ورواج کی پرواہ کیے بغیر اپنی مرضی و خوشی سے حسب استطاعت ضرورت کا سامان دینا چاہتے ہیں اور اس سے ان کا مقصد نمود و نمائش یا کوئی فاسد غرض نہ ہو اور سامان بآسانی اور جائز طریقہ پر حاصل کیا گیا ہو اور معاشرہ میں کسی برائی کے پھیلنے کا اندیشہ نہ ہو تو سامان لینا و دینا دونوں جائز ہوگا، اس کو عطیہ کہہ سکتے ہیں لیکن یہاں بھی والدین کو چاہیے کہ اپنے دیگر بیٹے اور

بیٹیوں کو اسی قدر عطیہ دیں تا کہ ان کے درمیان محبت وصلہ رحمی کی جگہ نفرت و عداوت پیدا نہ ہو۔ متعدد احادیث میں اولاد کو عطیہ دینے میں مساوات کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا۔

سووا بين أولادكم في العطية فلو كنت مفضلاً أحداً لفضلت النساء (۱) ''تم عطیہ دینے میں اولاد کے درمیان برابری کرو اگر کسی کی تفضیل یا ترجیح جائز ہوتی تو میں عورتوں کو فضیلت دیتا۔''

بخاری شریف میں ہے: **"فاتقوا الله واعدلوا بين اولادكم"** (۲)
''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے ساتھ انصاف اور برابری کا سلوک کرو''۔

فقہ کی معروف کتاب بدائع الصنائع میں مذکور ہے:

وذكر محمد في الموطا ينبغي للرجل أن يسوى بين ولده في النحلى ولا يفضل بعضهم على بعض وظاهر هذا يقتضي أن يكون قوله مع قول أبي يوسف وهو الصحيح لما روى أن بشيراً أبا النعمان أتى بالنعمان الى رسول الله ﷺ فقال انى نحلت ابني هذا غلاما كان لي ، فقال له رسول الله

---

(۱) کتاب السنن الکبریٰ للامام الحافظ البیہقی ج ۶ ص ۱۷۷
باب السنة في التسوية بين الاولاد في العطية دار المعرفۃ بیروت۔ سنن سعید بن منصور (ج ۱ ص ۹۷) **باب من قطع ميراثاً فرضه الله** میں ہے عن **يحيىٰ بن كثير قال رسول الله ﷺ ساووا بين أولادكم في العطية و لو كنت مؤثراً أحداً لآثرت النساء على الرجال.**
اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم لوگ عطیہ میں اولاد کے درمیان برابری کرو اگر میں کسی کو ترجیح دیتا تو میں مردوں پر عورتوں کو ترجیح دیتا۔
(۲) بخاری: ج ۱ ص ۳۵۲ و مسلم: ج ۲ ص ۳۷۔ اس حدیث کی تشریح اور اس سے مستفاد احکام کے لیے دیکھیے فتح الباری: ج ۵ ص ۲۱۴

ﷺ و كل ولدك نحلته مثل هذا فقال لا،فقال النبى ﷺ فارجعه، وهذا اشارة الى العدل بين الأولاد فى النحلة ، وهو التسوية بينهم، ولأن فى التسوية تأليف القلوب والتفضيل يورث الوحشة بينهم، فكانت التسوية أولى ولو نحل بعضاً وحرم بعضاً، جاز من طريق الحكم ولأنه تصرف فى خالص ملكه لاحق لأحد فيه الا أنه لايكون عدلا سواء كان المحروم فقيهاً تقياً أوجاهلاً فاسقاً على قول المتقدمين من مشايخنا أو علىٰ قول المتأخرين منهم لابأس أن يعطى المتأدبين و المتفقهين دون الفسقة الفجرة (١)

''امام محمد نے موطا میں ذکر کیا ہے کہ والد کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنی اولاد کے درمیان تحفہ دینے میں برابری کرے، اور کسی کو کسی پر فضیلت نہ دے اس قول کا ظاہر امام ابو یوسف کے قول سے مطابقت رکھتا ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ روایت کیا گیا کہ حضرت بشیر جو حضرت نعمان کے والد ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نعمان کو ساتھ لے کر آئے اور کہا میں اس بچے کو جو میرا بیٹا ہے تحفہ دیا ہے۔ کیا یہ میرے لیے مناسب ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ایک ایک بیٹے کو اس کے مثل دیا ہے تو انہوں نے کہا نہیں، آپؐ نے فرمایا، اس کو واپس لے لو۔

اس حدیث میں اولاد کے درمیان عدل کرنے کا اشارہ ہے اور عدل یہ ہے کہ ان کے درمیان مساوات کیا جائے، اس لیے کہ مساوات قلوب کو جوڑتا ہے، اور تفضیل آپسی عداوت و رنجش کو جنم دیتی ہے۔ مساوات اولیٰ ہے۔ اگر والدین نے بعض کو تحفہ دیا اور بعض کو محروم کر دیا تو اس اصول کی وجہ

(١) بدائع الصنائع للکاسانی۔ ج ٦ ص ١٢٧

سے جائز ہے کہ ہر ایک کو اپنی خالص ملکیت میں تصرف کا حق حاصل ہے، اس میں کسی کا کوئی حق حاصل نہیں ہے، مگر یہ عدل نہیں ہوگا، چاہے محروم ہونے والا فقیہ ومتقی ہو یا جاہل فاسق ہو، ہمارے متقدمین مشائخ کے قول کے مطابق، لیکن متاخرین کے قول کے مطابق، فاجر و فاسق کے بجائے مہذب اور فقیہ بیٹوں کو عطا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے''۔

علامہ ابن قدامہ اپنی شہرہ آفاق کتاب المغنی میں تحریر فرماتے ہیں۔

ولاخلاف بين أهل العلم فى استحباب التسوية و كراهية التفضيل. (١)

''مساوات کے مستحب ہونے اور تفضیل (عدم مساوات) کے مکروہ ہونے میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے''۔

مذکورہ دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اولاد کے درمیان تحفہ وہدیہ دینے میں عدم مساوات مکروہ تنزیہی ہے، بہتر یہ کہ ان کے درمیان مساوات کیا جائے اور آپسی نفرت وعداوت کو پیدا نہ ہونے دیا جائے لیکن کیا والدین کا اپنی بیٹی کو شادی کے موقع پر تلک (نقد رقم) اور لاکھوں کا سامان جہیز دینا اور دعوت و ڈیکوریشن پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا عطیہ وتحفہ ہے؟ کیا بیٹوں کو اس لیے محروم کردیا جاتا ہے کہ وہ سب فاسق و فاجر اور نافرمان ہیں؟ حد تو یہ ہے کہ ایک والد کی متعدد بیٹیوں کی شادیوں میں اخراجات ولوازمات کے اعتبار سے عدم مساوات صاف دکھائی دیتا ہے، جبکہ ایک سچے مسلمان اور نیک فطرت والد کے لیے مکروہ تنزیہی کا ارتکاب بھی دشوار ترین امر ہے، وہ ہرگز اپنی اولاد میں آپسی نفرت وعداوت کے بیج کو پروان چڑھتا ہوا نہیں دیکھ سکتا ہے اور نہ اپنے خلاف ان کے دلوں میں نفرت کی آگ پیدا ہونا گوارہ کرسکتا ہے۔

(١) المغنی ج٦ ص٢٦٦

ذرا غور کیجیے یہ کیسا عطیہ وتحفہ ہے جس کے لیے لڑکی کے اولیاء کو کبھی سودی قرض لینے، قیمتی زمین، سامان اور مکان فروخت کرنے کی نوبت آجائے اور سامان جہیز میں ایسی چیز بھی خریدنا پڑے جو محض آرائش اور زیب وزینت ہو جس کے نہ ملنے پر لڑکی کو زندہ جلا دیا جائے، ان کو ذہنی وجسمانی ایذا پہنچائی جائے۔ کیا یہ عطیہ وتحفہ ہے کہ جس کو صرف والدین اس لیے دیں کہ اس کی بیٹی کو سسرال میں طعن وتشنیع کا سامنا کرنا نہ پڑے۔ یہ کیسا عطیہ وتحفہ ہے جس کو نہ دینے پر انسان کی عزت ووقار مجروح ہو جائے، معاشرہ میں اس کی اہمیت و وقعت کم ہو جائے۔ یہ کیسا عطیہ وتحفہ ہے کہ معاشرہ میں ہزاروں لڑکیاں ''جہیز'' کی وجہ سے بن بیاہی بیٹھی ہوں۔ بعض بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہوں، معاشرہ میں زنا اور بے حیائی عام ہو رہی ہو، ان سب کو نظر انداز کر کے کچھ اشخاص اپنی بیٹیوں کی شادی میں لاکھوں روپیے غیر ضروری سامان، دعوت وڈیکوریشن، نمود ونمائش اور فخر ومباہات میں، بے دردی سے خرچ کر رہے ہوں۔ کیا یہ اس امت کی خصوصیات ہیں جنہیں ایک جسم کے مانند قرار دیا گیا ہے جس کے ایک حصے میں تکلیف ہو تو سارا جسم بے چینی و بے دردی میں گذار دیتا ہو، اور کیا یہ وہی امت ہے جس کو ایک عمارت کے مانند کہا گیا ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے اور جس کے فرد کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ وہ خود بھوکا رہ کر اور اپنی ضروریات کو ٹال کر دوسرے کی بھوک اور ضرورت کو پوری کرتا ہے، افسوس کہ آج امت مسلمہ وہاں آپہنچی ہے جہاں اسلامی تعلیمات کے بجائے رسم ورواج، خواہشات نفسانی اور شیطانی اعمال کی حکمرانی ہے۔

ہم سبھی اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ہندوستانی معاشرہ میں

شادی کے موقع پر دیا جانے والا سامان یا نقد رقم یا تو مطالبہ کے بعد دیا جاتا ہے یا عرف ورواج کی وجہ سے یا اس خوف سے کہ ہماری بیٹی کو سسرال جانے کے بعد کوئی ذہنی وجسمانی تکلیف وصدمہ اور طعن وتشنیع کا سامنا نہ کرنا پڑے اس لیے مروجہ تلک اور جہیز نہ وراثت ہے نہ جائز عطیہ۔ لہٰذا امت مسلمہ کو اس سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی سعی کرنی چاہیے اور اس کے مکمل خاتمہ کے لئے ضروری ہے کہ ہر طرح کی تاویل وحیلہ سے بلند ہو کر تلک و جہیز کو معاشرہ سے بیخ و بن کے ساتھ اکھاڑ پھینکا جائے اور اس کے خلاف ایسی زبرست تحریک چلائی جائے کہ مسلم معاشرہ میں لڑکیوں کی شادی آسان سے آسان تر ہو جائے۔ اور اس سے برادران وطن کو عبرت اور درس حاصل ہو۔

اس دور کے عظیم فتنہ ''جہیز'' سے ہندوستانی معاشرہ کو بچانا امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ اگر حضور ﷺ باحیات ہوتے تو چاہے کسی بھی مذہب وقوم سے تعلق رکھنے والی لڑکی پر ظلم وستم ہوتا اور اس کو زندہ جلایا جاتا تو دنیا میں سب سے زیادہ حضور ﷺ کو قلق وصدمہ ہوتا اور اس کے خلاف سب سے پہلے آواز بلند کرتے اور آپ کو اس وقت تک چین وقرار نہ آتا جب تک کہ یہ ظالمانہ کاروائی بند نہ ہو جاتی اور لڑکی کو اس کا ہر جائز حق نہ مل جاتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ دنیا میں لڑکیوں کو زندہ درگور کیے جانے کے خلاف سب سے پہلے اسلام نے انقلاب برپا کیا اور اس کو عظمت وسربلندی سے ہمکنار کیا۔ لیکن آج افسوس کہ محمد ﷺ کے پیروکار خود اپنی بیوی اور بہو پر ظلم اور ناانصافی کرر ہے ہیں اور زندہ جلا رہے ہیں تو بھلا دیگر اقوام و مذاہب کی معصوم جانوں کو کیسے بچا سکتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ امت مسلمہ ہر طرح کی تاویل وحیلہ سے بلند ہو کر مروجہ تلک اور جہیز کے خلاف تقریری، تحریری اور عملی اقدامات کا عزم مصمم کرے۔

حضرت فاطمہ زہرا رضؓ کے جہیز کی حقیقت

مسلمانوں کا ایک گروہ جہیز کو سنت رسول ﷺ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی لاڈلی و چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ زہراؑ کو جہیز دیا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپؐ حضرت علیؑ کے سرپرست تھے اور حضرت علی کے پاس گھر بسانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا، جب ان کا نکاح ہوا تو ایک انصاری صحابی نے ایک مکان خالی کر کے ان کے حوالہ کر دیا تھا۔

جیسا کہ الطبقات لابن سعد میں ہے۔

لما قدم رسول الله ﷺ المدينة نزل على أبى أيوب سنة أو نحوها، فلما تزوج عليّ فاطمة قال لعلى: اطلب منزلا، فطلب على منزلاً فأصابه مستأخراً عن النبى ﷺ قليلا. فبنى بها فيه فجاء النبى ﷺ اليها فقال : انى أريد أن أحولک الىّ ، فقالت لرسول اللّٰه ﷺ : فكلّم حارثة بن النعمان ان يتحول عنى ، فقال رسو ل لله : قد تحول حارثة عنا حتى قد استحييت منه، فبلغ ذلک حارثة فتحول و جاء الى النبى ﷺ فقال : يا رسول اللّٰه انه بلغنى أنک تحول فاطمة اليک و هذه منازلى وهى أسقب بيوت بنى النجار بک، وانما أنا و مالى لِلّٰه و لرسوله، والله يا رسول لِلّٰه المال الذى تأخذ منى أحب الى من الذى تدع ، فقال رسول الله : صدقت بارک الله عليک ، فحولها رسول الله الى بيت حارثة.(۱)

(۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج۸ ص۲۲۔۲۳۔

مذکورہ عبارت کو شبلی وسلیمان کی زبان میں یوں ادا کیجیے۔

''حضرت علیؓ اب تک آنحضرت ﷺ ہی کے پاس رہتے تھے۔ شادی کے بعد ضرورت ہوئی تو الگ گھر لیں۔ حضرت حارثہ بن نعمان انصاری کے متعدد مکانات تھے جن میں سے وہ کئی آنحضرت ﷺ کو نذر کر چکے تھے، حضرت فاطمہؓ نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ انہی میں سے کوئی اور مکان دلوا دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہاں تک! اب ان سے کہتے شرم آتی ہے، حضرت حارثہؓ نے سنا تو دوڑے ہوئے آئے کہ حضور ﷺ میں اور میرے پاس جو کچھ ہے سب آپ کا ہے، خدا کی قسم میرا جو مکان آپ لے لیتے ہیں مجھ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ میرے پاس رہ جائے۔ غرض انہوں نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا۔ حضرت فاطمہؓ اس میں اٹھ گئیں''۔(۱)

اس مکان میں کچھ بھی نہ تھا۔ اس کو آباد کرنے کے لیے بحیثیت سرپرست آپ ﷺ نے چند ضروری چیزوں کا انتظام فرما دیا تھا اور یہ بھی آپ ﷺ نے اپنی جانب سے نہیں دیا تھا بلکہ حضرت فاطمہؓ کے مہر سے جس کو حضرت علیؓ نے نکاح سے قبل ادا کر دیا تھا، حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں:

''.......... **أتيت النبى ﷺ فقعدت بين يدى رسول الله ﷺ فقلت يا رسول الله قد علمت قدمى فى الاسلام و مناصحتى وانّى وقال وما ذاک يا على ؟ قلت تزوجنى فاطمةؓ قال وما عندک ؟ قلت فرسى وبدنى يعنى درعى قال أما فرسک فلا بد لک منه وأما بدنک فبعها ، فبعتها بأربع مائة وثمانين درهماً فأتيت بها النّبى فوضعتها فى حجره فقبض منها قبضة فقال يا بلال ابغنا بها طيباً وأمرهم أن يجهزوها فجعل لها سريراً مشرطاً بالشريط ووسادة من أدم حشوها ليف.. رواه الطبرانى** '' (۲)

(۱) سیرۃ النبی ج ۱ ص ۲۶۷ دار المصنفین اعظم گڑھ

(۲) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للحافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی ج ۵ ص ۲۰۵

ترجمہ: ''میں (علی مرتضیٰؓ) حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ کر کہا اے اللہ کے رسول! اسلام میں میری سبقت اور خیر خواہی کا آپ کو علم ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے اے علی! میں نے کہا آپ فاطمہؓ کی مجھ سے شادی کر دیجئے، آپ نے فرمایا تمہارے پاس (مہر کے لیے) کیا ہے؟ میں نے کہا گھوڑا اور زرہ ہے فرمایا: گھوڑے کی بہر حال تمہیں ضرورت رہے گی رہی زرہ تو اسے فروخت کر دو میں نے اس کو (۴۸۰) درہم میں بیچ دیا اور اس کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کی خدمت میں اس رقم کو پیش کر دیا، آپ نے اس میں سے ایک مٹھی بھر لے کر فرمایا: اے بلال اس سے خوشبو خرید کر میرے پاس لاؤ اور حضور ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے (فاطمہ) کے جہیز کا سامان کر دو۔ چنانچہ ان کے لیے ایک بنی ہوئی چارپائی اور ایک چرمی تکیہ جس میں کھجور کے ریشے بھرے تھے تیار کیے گئے''۔

مذکورہ بالا حدیث **موارد الظمآن للهيثمي** میں بھی ہے۔(۱) اور معمولی تبدیلی کے ساتھ **شرح المواهب اللدنية لمُحمّد بن عبد الباقي الزرقاني** میں بھی ہے (۲) مولانا محمد برہان الدین صاحب سنبھلی اور مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی نے بھی حضرت فاطمہؓ کے جہیز کی فراہمی مہر کی پیشگی رقم سے کی جانے کی وضاحت فرمائی ہے۔(۳)

صاحب مجمع الزوائد نے ''البزار'' کے حوالے سے ایک دوسری روایت بیان کی ہے جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی

(۱) موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان للحافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی۔ص ۵۵۰
(۲) شرح المواہب اللدنیۃ ج ۲ ص ۴۰۳،
(۳) موجودہ زمانہ کے مسائل کا شرعی حل ص ۱۴۲
حلال و حرام ص ۲۷۶

جانب سے جہیز نہیں دیا تھا بلکہ مہر کی رقم سے سامان جہیز تیار کرنے کا حکم فرمایا تھا (۱)
اس بات کی تائید الطبقات الکبری لابن سعد کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے۔

''عن علباء بن أحمر اليشكرى ان أبابكر خطب فاطمة الى رسول الله ﷺ فقال يا أبابكر انتظر بها القضاء ، فذكر ذلك أبوبكر لعمر ، فقال له عمر! ردّك يا أبابكر ، ثم ان أبابكر قال لعمر ! اخطب فاطمة الى النبى ﷺ: فخطبها فقال له مثل ماقال لأبى بكر ! انتظر بها القضاء، فجاء عمر الى أبى بكر فأخبره ، فقال له : ردّك يا عمر ! ثم ان أهل على ، قالوا لعلى ! اخطب فاطمة الى رسول الله ﷺ فقال بعد أبى بكر وعمر ؟ فذكروا له قرابته من النبى ﷺ فخطبها فزوجه النبى ﷺ ، فباع علىّ بعيراً وبعض متاعه ، فبلغ أربع مائة وثمانين فقال له النبى ﷺ اجعل ثلثين فى الطيب وثلثاً فى المتاع .(۲)

ترجمہ '' علباء بن احمر الیشکری سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فاطمہ کے لیے نبی کریم ﷺ کے پاس پیغام نکاح بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! اس معاملہ میں اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ اے ابوبکرؓ! آپ ﷺ نے آپ کے پیغام کو مسترد فرمادیا! پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا تم پیغام نکاح، نبی کریم ﷺ کے پاس بھیج دو تو حضرت عمرؓ نے پیغام نکاح بھیجا تو آپ ﷺ نے ان سے وہی فرمایا جو ابوبکر سے فرمایا تھا کہ اللہ

(۱) مجمع الزوائد ج۵ ص۲۰۶
(۲) الطبقات لابن سعد ج۸ ص۱۹
نیز ملاحظہ ہو: أعلام النساء فی عالمی العرب والاسلام لعمر رضا کحالۃ ج۴ ص۱۰۹۔۱۰۸

کے فیصلے کا انتظار کرو۔ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے تو انہوں نے ان کو اس سے آگاہ کیا۔ تو ابوبکرؓ نے فرمایا: اے عمرؓ آپ ﷺ نے آپ کے پیغام نکاح کو بھی مسترد کر دیا ہے! تو علی کے رشتہ داروں نے کہا تم فاطمہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام نکاح بھیج دو، تو حضرت علیؓ نے کہا حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کا پیغام نکاح کو مسترد کیا جا چکا ہے تو میری کیا بساط ہے؟ تو ان لوگوں نے آپ ﷺ سے ان کی رشتہ داری کو یاد دلایا تو حضرت علیؓ نے پیغام نکاح بھیج دیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی شادی فاطمہ زہراء سے کر دی۔ حضرت علی نے ایک اونٹ اور کچھ سامان فروخت کیا جس کی قیمت چار سواسّی درہم ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ دو تہائی سے خوشبو اور ایک تہائی سے سامان خرید لو'۔

عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطیٔ نے معتبر کتابوں کے حوالے سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے نکاح سے قبل مہر ادا کر دیا تھا، اسی پیشگی مہر سے حضرت فاطمہؓ کا سامان جہیز تیار کیا گیا تھا چنانچہ وہ رقم طراز ہیں:

" اردت أن اخطب الی رسول الله ﷺ ابنته، فقلت والله مالی من شئ ، ثم ذکرت صلته وعائدته فخطبها الیه." فالتفت الیه ابو الزهراء وساله مترفقا: وهل عندک شئ ؟ اجاب علیّ لا ، یا رسول الله ﷺ .. لکن الرسول ذکر أن علیا اصاب درعاً من مغانم بدر ، فعاد یسأله " فاین درعک التی اعطیتک یوم کذا ؟ اجاب وقد غلبه التأثر لما یلقی من بر النبیّ ورعایته . هی عندی یارسول الله ﷺ قال علیه الصلوٰة والسلام " فأعطها ایاها ...... "(الطبقات ابن سعد ۱۲/۸) فانطلق " علی " مسرعا وجاء بالدرع ، فأمره النبی أن یبیعها لیجهز العروس بثمنها(صحیح البخاری، کتاب البیوع و مسند احمد ۱/۱۴۲) وتقدم عثمان بن عفان فاشتری الدرع بأربع

مائة وسبعين درهماً حملها عليّ ووضعها أمام الرسول فتناولها بيده الكريمة ثم دفعها الى بلال ليشترى بعضها طيباً وعطراً ، ثم يدفع الباقى الى ام سلمة لتشترى جهاز العروس''(مسند احمد ١/٩٣،١٠٤،١٠٨ و سنن النسائى كتاب النكاح باب ٨١)..(١)

علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو پیغام نکاح بھیجنے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا: خدا کی قسم میرے پاس کوئی مال نہیں ہے پھر میں نے آپ ﷺ سے رشتہ داری اور خلوص ومحبت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت فاطمہ سے شادی کا پیغام دیا ابوزہراء ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور مہربانی وشفقت میں کہا۔کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ علیؓ نے جواب دیا 'نہیں' اے اللہ کے رسولؐ ---لیکن رسول اللہ ﷺ نے علیؓ سے بدر کے مال غنیمت میں زرہ کے حاصل ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔تمہاری وہ زرہ کہاں ہے جس کو میں نے فلاں دن دیا تھا؟ حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کی شفقت اور ادب واحترام کے غلبہ کے عالم میں جواب دیا وہ میرے پاس ہے یارسول اللہؐ --- آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کو میرے پاس لے آؤ---- حضرت علی جلدی سے گئے اور زرہ لے آئے۔آپ ﷺ نے ان کو زرہ فروخت کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کی قیمت سے دلہن کو تیار کیا جائے۔انہوں نے اس کو حضرت عثمان بن عفان کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے چارسوستر درہم میں اس کو خریدلیا۔حضرت علی نے اس کی قیمت لی اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا۔آپ ﷺ نے اس کو اپنے دست مبارک سے اٹھایا پھر اس کو بلالؓ کے حوالہ کردیا تاکہ وہ اس کے بعض سے خوشبو وعطر خریدلیں۔پھر آپ ﷺ نے بقیہ دراہم ام سلمہؓ کے سپرد کیا تاکہ وہ اس سے دلہن کا سامان خریدیں ''۔

(١) بنات النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔الدکتورۃ عائشۃ عبدالرحمٰن بنت الشاطیٔ ص ١٥٧۔١٥٦،دار الہلال ١٩٦٩ء
نیز ملاحظہ ہو: سیدۃ نساء اھل الجنۃ فاطمۃ الزہراء للعلامۃ محمد عبدالرؤف المناوی۔ص ٣٣۔٥١

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اپنی مشہور کتاب ''المرتضٰی''
کے حاشیہ میں رقم طراز ہیں کہ:

''قابل وثوق روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فاطمہؓ سے شادی کے موقع پر سامانِ جہیز خریدنے اور جہیز تیار کرنے کے سلسلے میں مدد کی تھی، جس کا اعتراف خود علماء و مؤرخین شیعہ نے کیا ہے ملاحظہ ہو''الامالی'' شیخ ابی جعفر الطوسی۔ ج ا ص ۳۹، مطبوعہ جدید، نجف اشرف اعراق وغیرہ (۱)

حضرت مولانا کا اشارہ اس روایت کی طرف ہے جس میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ جب حضرت علی نے حضرت عثمان کے ہاتھ زرہ بیچ کر رقم آپ کی خدمت میں پیش کر دی تو آپ نے اس میں سے دو مٹھی بھر کر حضرت ابوبکر کے حوالے کی اور فرمایا کہ اس رقم سے فاطمہ کے لیے کپڑے اور گھر کا سامان خرید لاؤ۔ چنانچہ حضرت ابوبکر کے ساتھ حضرت عمّار بن یاسر اور دیگر صحابہ بازار گئے، باقی صحابہ مختلف اشیاء حضرت ابوبکر کو دکھاتے اور مشورہ طلب کرتے، جو چیز حضرت ابوبکر پسند فرماتے وہ خرید لی جاتی۔ چنانچہ اس طرح ایک قمیص، ایک اوڑھنی، ایک خیبری سادہ چادر، ایک بُنی ہوئی چارپائی، بستر کے دو گدّے، ایک اون کا کپڑا، ایک چمڑے کا مشکیزہ، دودھ کے واسطے لکڑی یا مٹی کا ایک کوزہ۔ جب یہ سامان آپ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے یہ دعا فرمائی: ''بارک اللہ لاھل البیت'' اللہ اہل بیت کے لیے برکت عطا فرمائے۔(۲)

یہاں ایران سے شائع شدہ شیعہ مسلک کی ترجمانی کرتی ہوئی ایک کتاب ''سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء علیہا السلام'' کا ایک اقتباس پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

(۱) المرتضٰی ص ۶۴
(۲) الامالی لابی جعفر الطوسی ج ا ص ۳۹

في السنة الثانية من الهجرة ، زوّج النبى صلى الله عليه وآله وسلم فاطمة عليها السلام بأمير المؤمنين علىّ عليه السلام ، وهذا الزواج البهيج حقاً يليق بهما ، وذلک ، وما صرّح به الائمة المعصومون عليهم السلام ، لا يصلح رجل غير علىّ عليه السلام ليكون كفواً وزوجاً لفاطمة عليها السلام .

ومن خصائص هذا الزواج ، مما يدل على علو منزلتهما ، ان النبى صلى الله عليه وآله وسلم ردّ طلب الكثير من زعماء قريش والعرب وأشرافهم بالزواج من فاطمة عليها السلام وكان يقول : أمرها الى ربها.وحين طلب على عليه السلام يد فاطمة عليها السلام ذكر رسول الله ﷺ له ان الله قد أمره بتزويج فاطمة من على عليه السلام.

ثم قال النبى صلى الله عليه وسلم : يا ابا الحسن فهل معک شئ أزوّجک به ؟ فقال عليه السلام ، فداک أبى وامى والله ما يخفى عليک من أمرى شئ ، أملک سيفى ودرعى وناضحى ، وما أملک شيئاً غير هذا . فطلب النبى ﷺ منه ، أن يبيع درعه ليشترى بثمنه الذى يبلغ خمس مائة درهم ، اثاث البيت ، وجهاز العرس البسيط لفاطمة عليها السلام ثم يقيم وليمة يطعم فيها المسلمين ، ولكل حفاوة وبهجة وسرور زفّت فاطمة عليها السلام الى بيت علىّ عليه السلام .(١)

ہجرت کے دوسرے سال نبی کریم ﷺ نے امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے ہمراہ فاطمہ علیہا السلام کی شادی کردی ۔ اور یہ مبارک وخوشگوار شادی ان دونوں کے ہی شایان شان تھی ۔جیسا کہ ائمہ معصومین نے اس کی صراحت کی ہے ۔حضرت علی کے علاوہ کوئی شخص اس لائق نہیں تھا کہ وہ فاطمہ

(۱) سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء علیہا السلام ص۲۰ تا۲۲

علیہا السلام کا کفواور شوہر بن جاتا۔

اس شادی کی خصوصیات میں جو ان دونوں کے علو شان پر دلالت کرتی ہے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قریش کے سرداران اور شرفاء کی حضرت فاطمہ سے نکاح کی درخواست کو مسترد فرمادیا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ اس کا معاملہ اس کے رب کے سپرد ہے۔ لیکن جب علی علیہ السلام نے فاطمہ علیہا السلام کا ہاتھ مانگا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے بیان کیا کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کا نکاح علی سے کردیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوالحسن کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس کے عوض میں تمہارا نکاح کردوں۔ علی علیہ السلام نے فرمایا: میرے والدین آپ پر قربان! خدا کی قسم میرا کوئی معاملہ آپ پر مخفی نہیں ہے۔ میں ایک تلوار اور زرہ کا مالک ہوں اس کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اپنی زرہ کو فروخت کردیں تاکہ اس کی قیمت۔ جو پانچ سو درہم ہے۔ سے فاطمہ کے لیے اثاثۂ بیت اور شادی کا سامان خریدیں۔ پھر ولیمہ کریں۔ جس میں مسلمان کھانا کھائیں۔ خوشی ومسرت اور فرحت وانبساط کے ماحول میں حضرت فاطمہ علیہا السلام کو حضرت علی علیہ السلام کے گھر بھیج دیا گیا''۔

الغرض اہل السنۃ والجماعۃ اور شیعہ دونوں مکتبۂ فکر کی کتابوں میں یہ صراحت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی جانب سے حضرت فاطمہ کو جہیز نہیں دیا تھا اگر اس کا ثبوت مل جائے کہ آپ نے اپنی جانب سے جہیز دیا تھا تو یہ سوال ابھر کر سامنے آئے گا کہ آپ ﷺ نے اپنی دیگر تین لڑکیوں کو جہیز نہ دیکر ناانصافی سے کام لیا ہے۔ نعوذ باللہ۔

حالانکہ آپ کی ذات سے ایسا ہونا ناممکن ہے، آپ حق کو قائم کرنے اور ظلم وناانصافی کو مٹانے کے لیے آئے تھے، اور آپ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے کہ '' ساووا بین اولادکم فی العطیۃ '' یعنی تم عطیہ دینے میں

اولاد کے درمیان برابری کرو۔

"عن عامر قال سمعت النعمان بن بشير وهو على المنبر يقول أعطانى أبى عطية فقالت عمرة بنت رواحة: لا أرضى حتى تشهد رسول الله ﷺ فاتى رسول الله ﷺ فقال انّى أعطيت ابنى من عمرة بنت رواحة عطية فامرتنى أن أشهدک يارسول الله قال اعطيت سائر ولدک مثل هذا ؟ قال لا ، قال فاتقوالله واعدلوا بين اولادكم قال فرجع فرد عطيته" (١)

ترجمہ: "عامر روایت کرتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرے والد (بشیر) نے مجھے عطیہ عطا کیا (میری والدہ) عمرہ بنت رواحہ نے کہا کہ میں اس سے راضی وخوش نہیں ہوں یہاں تک کہ رسول اللہ کو گواہ بنا دیں، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا میں نے اپنے بیٹے جو عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے ہے کو بطور ہبہ کچھ عطا کیا ہے اور عمرہ نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ یا رسول اللہ آپ کو گواہ بناؤں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے تمام بیٹوں کو اسی طرح عطا کیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اولاد کے درمیان انصاف سے کام لو۔ تو وہ لوٹے اور اپنا عطیہ واپس لے لیا"۔

بخاری میں ایک باب اس طرح ہے' باب الهبة للولد واذا أعطى بعض ولده شيئاً لم يجز حتى يعدل بينهم ويعطى الآخرين مثله ولا يشهد عليه وقال النبى ﷺ اعدلوا بين اولادكم فى الهبة '(٢)

یعنی "اولاد کو ہبہ کرنے کا باب" اور جب کوئی شخص اپنی اولاد میں سے کسی

(١) بخاری شریف ج ١ ص ٣٥٢۔ نیز ملاحظہ ہو صحیح مسلم ج ٢ ص ٣٧
ابن ماجۃ ج ٢ ص ٧٩٥

(٢) بخاری شریف ج ١ ص ٣٥٢

کوکوئی چیز عطا کرتا ہے تو اس کا یہ عمل اس وقت تک جائز نہیں ہوگا جب تک کہ وہ ان کے درمیان مساوات نہ کرے، اور تمام اولاد کو اسی طرح عطا کرے جس طرح ان میں سے کسی ایک کو عطا کیا ہے۔ اس پر گواہ بھی نہیں بنایا جا سکتا۔ اور قول نبی کریم ﷺ ہے کہ اولاد کو ہبہ اور تحفہ دینے میں انصاف سے کام لو'۔

اولاد کو عطیہ دینے میں ناانصافی وعدمِ مساوات سے کام لینا ظلم و زیادتی ہے، جیسا کہ مسلم شریف کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے

''............ **فقال رسول الله ﷺ یا بشیر ! ألک ولد سوی هذا قال نعم قال أ کلهم وهبت له مثل هذا؟ قال لا ،قال فلا تشهد اذاً، فانّی لا أشهد علی جور ''(۱)**

ترجمہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بشیر! کیا اس کے علاوہ تمہاری اولاد ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: کیا سب کو اسی طرح ہبہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! تو آپ نے فرمایا: تب تم مجھے گواہ مت بناؤ، بیشک میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا''۔

الغرض تینوں صاحبزادیوں زینبؓ، رقیہؓ اور ام کلثومؓ کو آپ ﷺ کی جانب سے جہیز دیے جانے کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی شادیوں کے باب میں جہیز کا تذکرہ نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت واحوال میں جہیز لینے و دینے کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ قرآن و حدیث، متقدمین فقہاء اور چاروں ائمہ کی کتابوں میں جہیز کا تذکرہ نہیں ہے۔ کیا اس کے باوجود جہیز نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے ؟ کیا یہ اسلامی احکام سے ناواقفیت اور خواہشات نفسانی کی پیروی واتباع نہیں ہے؟۔

جہیز فرض نہ واجب نہ کوئی سنت ہے
جہیز نام پہ سنت کے رسم بدعت ہے

(۱) مسلم شریف ج ۲ ص ۳۷

کہیں جہیز کا ہے تذکرہ بتائیں تو ؟
نقاب چہرۂ تاریخ سے اٹھائیں تو ؟
جہیز کیا دیا ورقہ نے بی خدیجہؓ کو ؟
جہیز کیا دیا بوبکرؓ نے حمیرؓا کو ؟
عمرؓ نے کیا دیا ساماں بی بی حفصہؓ کو ؟
جہیز کیا ملا میمونہؓ کو صفیہؓ کو ؟
نکاح بنت جحشؓ کا تو آسماں پہ ہوا
جناب حق نے بھلا کیا انہیں جہیز دیا ؟
جہیز حضرت زینبؓ نے کتنا پایا تھا ؟
کسی حدیث سے کوئی تو کچھ پتہ دیتا ؟
جہیز بی بی رقیہؓ کا کوئی بتلائے ؟
جہیز مادر کلثومؓ کیا تھا فرمائے ؟
جہیز فاطمہؓ لوگوں نے کردیا مشہور
بنات چار تھیں ، ہے تین کا کہاں مذکور
جہیز جب نہیں ثابت کتاب و سنت میں
تو کام کیا ہے ہمیں آخر ایسی بدعت سے
جہیز ایک مصیبت ہے بلکہ آفت ہے
جہیز وجہ مذلت ہے طوق لعنت ہے
جہیز بند کریں ، راہ سادگی کھولیں
امیر لوگ غریبوں کے ساتھ تو ہولیں
نکاح کو کریں آسان کہ ہے یہ قول رسولؐ
نکاح وہ ہے مبارک ہو سہل جس کا حصول
خدا کے واسطے ملت کے دردمند اٹھیں
خلاف رسم جہیز آج کچھ جہاد کریں

جہیز بارگراں بن گیا ہے ملت پر
پڑی ہیں بیٹیاں پاؤں کی بیڑیاں بن کر (۱)

زیادہ تفصیل میں نہ جاتے ہوئے آخر میں یہ عرض ہے کہ جہیز حضور اکرم ﷺ کی سنت نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ کی شادی کے موقع پر جو ضروری سامان فراہم کرنے کا حکم دیا تھا وہ مہر کی پیشگی رقم سے کیا گیا تھا، اس لیے دورِ حاضر میں رائج جہیز کے جواز کے لیے اس کو دلیل بنانا جہالت ولاعلمی اور خواہشات نفسانی کی پیروی اور حدود اللہ کی خلاف ورزی ہے۔ جس سے احتراز لازم ہے۔

حضرت فاطمہؓ کے جہیز کو سنت ثابت کرنے والے صرف انہیں چیزوں (۲) کو اپنی بیٹی کے جہیز میں دیتے تب بھی کچھ گنجائش نکل سکتی تھی۔ آج تلک و جہیز کے نام سے جو کچھ لیا و دیا جاتا ہے اس سے ہر شخص واقف ہے، اس رسم کے نتیجہ میں جو کچھ دل خراش و صبر آزما واقعات پیش آرہے ہیں ان سے دنیا باخبر ہے۔

☆☆

(۱) مولانا عبدالقدوس رومی۔ تعمیر حیات ۲۵ دسمبر ۱۹۸۶۔ صفحہ ۴
(۲) بان کی چارپائی، چمڑہ کا گدا جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں، اور دو مٹی کے گھڑے۔ (سیرۃ النبیؐ ج ا ص ۳۶۷)

حضرت زینبؓ کے ہار سے جہیز کا سنّت ہونا ثابت نہیں ہوتا

رسول اکرم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کے موقع پر حضرت خدیجہؓ کی جانب سے ''ہار'' دیے جانے کو سنت نبی ﷺ قرار دینے والوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حضرت زینبؓ کو ان کی والدہ محترمہ خدیجہؓ نے ہار عنایت فرمایا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنی جانب سے نہیں دیا تھا۔

جیسا کہ مستدرک حاکم میں ہے:

عن عائشة قالت لما بعث أهل مكة فى فداء أسارائهم، بعثت زينب بنت رسول الله ﷺ فى فداء أبى العاص بن الربيع بمالٍ وبعثت فيه بقلادة لها، كانت خديجة أدخلتها بها على ابى العاص حين بنى عليها، قالت: فلما رآها رسول الله ﷺ رق لها رقة شديدة وقال: ان رأيتم ان تطلقوا لها اسيرها، وتردّوا عليهامالها، فافعلوا فقالوا: نعم يارسول الله فأطلقوا ردّوا عليها الذى لها. (١)

''حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ مکہ والوں نے اپنے قیدیوں کے فدیہ میں مال بھیجا تو زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے بھی ابوالعاص بن ربیع کے فدیہ میں مال بھیجا اور اس ہار کو بھی بھیجا جس کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اس وقت دیا تھا جب ان کو نکاح کے بعد ابوالعاص کے پاس رخصت

(١) السیرۃ النبویۃ لابن ہشام جلد۱ ص۶۵۳، نیز ملاحظہ ہو السیرۃ النبویہ لابن کثیر ج۲ ص۴۸۴

کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس ہار کو دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم لوگ بہتر خیال کرو تو ابو العاص کو آزاد کر دو اور زینب کو اس کا مال لوٹا دو۔ صحابہ کرامؓ نے کہا ضرور اے اللہ کے رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ نے ان کو آزاد کر دیا اور ان (زینبؓ) کو ان کا مال واپس کر دیا''۔

حضرت زینبؓ کو ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ کے ہار دینے اور اسی ہار کو حضرت زینبؓ کا اپنے شوہر ابو العاص کی رہائی کے لیے مدینہ بھیجنے اور اس کو دیکھ کر آپ ﷺ کے آبدیدہ ہو جانے کی وضاحت و صراحت ''المستدرک للحاکم''، ''الطبقات الکبری لابن سعد''، اور ''اعلام النساء لعمر رضا کحالۃ'' میں بھی موجود ہے۔(۱)

البتہ طبقات ابن سعد میں مزید دو باتوں کا تذکرہ ہے ایک یہ کہ حضرت زینب کا ہار ظفار پہاڑ کے پتھر سے بنا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابو العاص کی رہائی کا فدیہ ان کے بھائی عمرو بن العاص لے کر مدینہ آئے تھے۔ اصل عبارت مع ترجمہ ملاحظہ کیجئے:

فلما بعث أهل مكة فى فداء اساراهم قدم فى فداء أبى العاص أخوه عمرو بن العاص وبعثت معه زينب بنت رسول الله ﷺ، وهى يومئذ بمكة، بقلادة لها، كانت لخديجة بنت خويلد من جزع ظفار، وظفار جبل باليمن وكانت خديجة بنت خويلد أدخلتها بتلك القلادة على أبى العاص بن الربيع حين بنى بها، فبعث بها فى فداء زوجها أبى العاص.(۲)

جب مکہ والوں نے اپنے قیدیوں کے فدیہ میں مال بھیجا تو ابو العاص

(۱) المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۵۔ أعلام النساء ج ۲ ص ۱۰۷۔ نیز ملاحظہ ہو: سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۳۳۔۔ اصح السیر ص ۱۲۴

(۲) الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۳۰

کے بھائی عمرو بن العاص ان کا فدیہ لے کر آئے ان کے ساتھ حضرت زینب (رضی اللہ عنہ) بنت رسول اللہ (ﷺ)۔ جو اس زمانہ میں مکہ ہی میں تھیں۔ نے ہار بھیجا، وہ ہار حضرت خدیجہ بنت خویلد کا تھا۔ جس کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ظفار کے ٹکڑے سے بنا ہوا تھا۔ ظفار ملک یمن میں ایک پہاڑ ہے، حضرت خدیجہؓ نے ان کو یہ ہار نکاح کے بعد ابوالعاص بن الربیع کے پاس رخصت کرتے وقت دیا تھا۔ اسی ہار کو اپنے شوہر کے فدیہ میں بھیجا''۔

اسی طرح سیرت کی مشہور کتاب ''الرحیق المختوم'' میں مذکور ہے۔

ومنّ على ختنه أبى العاص بشرط أن يخلى سبيل زينب وكانت قد بعثت فى فدائه بمال، بعثت فيه بقلادة لها كانت عند خديجة، أدخلتها لها على أبى العاص. (١)

''حضور اکرم ﷺ نے اپنے داماد ابی العاص پر احسان کیا اس شرط پر وہ زینب کو مدینہ بھیج دے، حضرت زینبؓ نے ان کے فدیہ میں مال بھیجا تھا جس مال میں وہ ہار بھی تھا جس کو حضرت خدیجہ نے ان کو رخصتی کے موقع پر دیا تھا''۔

مذکورہ واضح دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ ﷺ نے اپنی جانب سے اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو ہار عنایت نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ حضرت خدیجہؓ نے ان کو ہار دیا تھا۔

خاص بات یہ ہے کہ حضرت زینب کی شادی اور ''ہار'' دیے جانے کا معاملہ نبوت سے پہلے کا ہے۔ اس سلسلے میں معروف ومستند مؤرخ عبدالملک بن ہشام اپنی شہرہ آفاق کتاب سیرۃ ابن ہشام میں یوں لکھتے ہیں:

" كان أبوالعاص من رجال مكة المعدودين مالا وأمانة وتجارة وكان لهالة بنت خويلد وكانت خديجة خالته فسألت خديجة رسول الله ﷺ أن يزوجه ، وكان رسول الله ﷺ لا

(۱) الرحیق المختوم ص ۲۷۰

يخالفها وذلک قبل أن ينزل عليه الوحی فزوجه وکانت تعده بمنزلة ولدها فلما أكرم الله رسول الله ﷺ بنبوّته آمنت به خديجة و بناته ..... وثبت ابوالعاص علی شرکه (۱)

''ابوالعاص تجارت ، امانت اور دولت میں مکہ کے چند ممتاز لوگوں میں سے تھے اور وہ ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے اور خدیجہ ان کی خالہ تھیں چنانچہ حضرت خدیجہ نے رسول اللہ ﷺ سے ابوالعاص کی شادی زینب سے کردینے کی درخواست کی ، رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ کی رائے کے خلاف نہیں کرتے تھے اور یہ واقعہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا ہے ۔ آپ نے حضرت زینب کی شادی ابوالعاص سے کردی اور جب اللہ نے آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا تو حضرت خدیجہؓ اور آپ ﷺ کی بیٹیاں ایمان لے آئیں مگر ابوالعاص شرک پر قائم رہے''۔

'' **الطبقات الكبرى لابن سعد** ''میں مذکور ہے کہ:

زينب بنت رسول الله ﷺ .... وكانت أكبر بنات رسول الله ﷺ تزوجها ابن خالتها أبو العاص بن الربيع بن عبد العزى بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی قبل النبوة .(۲)

'' حضرت زینبؓ حضور اکرم ﷺ کی سب سے بڑی بیٹی تھیں ، ان کے خالہ کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع نے ان سے نبوت سے قبل شادی کی تھی''

اور ابن کثیر نے بھی حضرت زینبؓ کی شادی قبل از نبوت ہونا ثابت کیا ہے (۳)

حضرت زینب کی شادی قبل از نبوت ہونا اس بات سے اور زیادہ واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت زینب کی دو چھوٹی بہنیں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کی شادی بھی نبوت سے پہلے ہوگئی تھی ۔

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۶۵۱

(۲) الطبقات الکبری لابن سعد ج ۸ ص ۳۰۔

(۳) السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۴۸۴۔۴۸۳

جیسا کہ طبقات ابن سعد میں مذکور ہے۔

”رقیة بنت رسول الله ﷺ .... کان تزوجها عتبة بن أبی لهب بن عبد المطلب قبل النبوة (۱)

عتبہ بن ابی لہب نے رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ سے قبل از نبوت شادی کی تھی۔

ام کلثوم بنت رسول الله ﷺ تزوجها عتیبة بن أبی لهب بن عبدالمطلب قبل النبوة (۲)

عتیبہ بن ابی لھب بن عبدالمطلب نے ام کلثومؓ بنت رسول اللہ ﷺ سے نبوت سے پہلے شادی کی تھی۔

عالم اسلام کے مایہ ناز محقق وسیرت نگار علامہ سید سلیمان ندویؒ اپنی مشہور کتاب سیرۃ النبی میں حضرت رقیہؓ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

”جرجانی نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی لڑکیوں میں سب سے چھوٹی تھیں لیکن مشہور روایت یہ ہے کہ حضرت زینب کے بعد ۳۳ سنہ قبل نبوت پیدا ہوئیں پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ سے شادی ہوئی۔ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ شادی قبل نبوت ہوئی تھی۔

آنحضرت ﷺ کی دوسری صاحبزادی ام کلثومؓ کی شادی بھی ابولہب کے دوسرے لڑکے عتیبہ سے ہوئی تھی جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ نے دعوت اسلام کا اظہار کیا تو ابولہب نے بیٹوں کو جمع کر کے کہا ”اگر تم محمد کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمہارے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا حرام ہے“ دونوں بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔آنحضرت ﷺ نے حضرت رقیہ

(۱) الطبقات الکبری لابن سعد ج ۸ ص ۳۶

(۲) الطبقات الکبری لابن سعد ج ۸ ص ۳۷

کی شادی حضرت عثمانؓ سے کردی'' (۱)

اب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت زینبؓ کی شادی نبوت سے پہلے ہوگئی تھی اور حضرت خدیجہؓ نے اپنی جانب سے رخصتی کے وقت ''ہار'' عنایت فرمایا تھا لیکن آپؐ نے اپنی جانب سے کوئی چیز نہیں دی تھی۔ حضرت زینبؓ کی شادی میں ''ہار'' کے علاوہ کسی اور چیز کا ثبوت نہیں ملتا ہے، اس ہار کو بنیاد بنا کر مروجہ جہیز کو جائز قرار دینا درست نہیں ہے

(۱) سیرۃ النبی ج ۲ ص ۴۲۳،۲۴

شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہے

قرآن وحدیث اور کتب فقہ میں ''نفقہ کا باب'' پڑھنے کے بعد یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ شریعت اسلامیہ نے عورت کو ہر طرح کی مالی ذمہ داریوں سے سبکدوش رکھا ہے۔ اور اس کو کسی ضرورت کی تکمیل کے لیے جہد وسعی اور مشقت و پریشانی میں مبتلا کرنے کے بجائے راحت وعزت اور چین وسکون کے زیادہ سے زیادہ مواقع عطا کیے ہیں۔ مہر، نفقہ، لباس و پوشاک، دوا علاج اور دوسری ضروریات، ولیمہ، مہر نیز بچوں کی کفالت کی ساری ذمہ داری مردوں کے سر رکھی گئی ہیں۔ لیکن دور حاضر میں اسلامی تعلیمات کے برخلاف تلک (نقد رقم) سامان جہیز اور دیگر رسوم ولوازمات کی وجہ سے عورت اور اس کے اولیاء ایک زبردست مالی بوجھ تلے آجاتے ہیں۔ اس کی خاطر کبھی ان کو سودی قرض لینے، قیمتی زمین، مکان اور سامان بیچنے یا گروی رکھنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب ہم نفقہ زوجیہ پر قدرے تفصیل سے گفتگو کریں گے۔ جس سے یہ بات ثابت ہوجائے گی کہ مروجہ تلک وجہیز، رسوم ورواج اور لوازمات وتکلفات غیر شرعی ہیں۔ اور اسلام سے متصادم ہیں۔ امام ابوزہرہ اپنی مشہور کتاب الاحوال الشخصیۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔

الآن نتكلم فى نفقة الزوجية وهى واجبة للزوجة على زوجها باعتبارذلک حكما من أحكام عقد الزواج الصحيح، وحقا من حقوقه الثابتة للزوجة على زوجهابمقتضى العقد ، ولذلک تجب ولو كانت الزوجة غنية وسواء أ كانت مسلمة أم كانت غير مسلمة ، لأن سبب الوجوب هو الزواج الصحيح وهو متحقق فى الزوجات جميعاً.

قد ثبت وجوب النفقة بالكتاب السنة والقياس والاجماع، أما الكتاب فقوله تعالى: " وعلى المولود له رزقهن و كسوتهن بالمعروف " المراد بهن الزوجات، وقوله تعالى فى حق المطلقات:" لينفق ذو سعة من سعته، ومن قدر عليه رزقه. فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفساً الا ما آتاها ".

وقوله تعالى فى حق المطلقات أيضاً: "وأسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم" واذا كان ذلک حق المطلقات فى أثناء العدة، فحق الزوجات أوجب.

وأما الحديث فقوله ﷺ فى حجة الوداع: " اتقوا الله فى النساء فانهن عوان عندكم ، أخذتموهن بأمانة الله و استحللتم فروجهن بكلمة الله ، لكم عليهن ، الا يوطئن فراشكم احدا تكرهونه ، ولهن عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف".

وروى أن رجلاً جاء الى النبى ﷺ : فقال: ماحق المرأة على زوجها فقال ﷺ : يطعمها اذا طعم، ويكسوها اذا كسى، ولا يهجرها فى البيت ولا يضربها. ولا يقبح،، وفى البخارى و مسلم أن هند بن عتبة زوج أبى سفيان قالت: يارسو ل الله ان ابا سفيان رجل شحيح، لايعطينى من النفقة ما يكفينى ويكفى بنى ، الا ما آخذ من ماله بغير علم. فقال رسول الله ﷺخذى من ماله بالمعروف ما يكفيک ويكفى بنيک.

وأما القياس فانه من القواعد المقررة فى الفقه أن من حبس لحق غيره فنفقته واجبة عليه ، فالمفتى، والوالى، والقاضى، وغير هؤلاء من العاملين فى الدولة نفقاتهم تجب فى بيت المال ، لأنهم حبسوا أنفسهم عن طلب الرزق لمنفعة الدولة فحق عليها أن تقدم لهم ما يكفيهم وأهلهم بالمعروف ، ولقد حبست الزوجة نفسها للقيام

على البيت، ورعاية شؤونه ، فحقت لها النفقة جزاء الاحتباس.

ولقد انعقد اجماع المسلمين على ذلک من عهد النبی ﷺ والی الآن لم يخالف فی ذلک احد. (۱)

''اب ہم نفقہ زوجیہ کو بیان کریں گے اور وہ شوہر پر واجب ہے۔ نفقہ کا وجوب قرآن، حدیث، قیاس اور اجماع سے ثابت ہے اس کا وجوب قرآن سے ثابت ہے اللہ تعالی فرماتا ہے۔''اور جس کا بچہ ہے (یعنی باپ) اس کے ذمہ ہے ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے مطابق، کسی کو حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کے برداشت کے مطابق''۔

اور اللہ تعالی کا قول مطلقات کے حق میں ''وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق (بچہ پر) خرچ کرنا چاہیے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہیے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے خدا تعالی کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا ہے۔'' اور اللہ تعالی کا قول مطلقات کے بارے میں ''تم ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو'' جب عدت کے دوران مطلقات کو یہ حق حاصل ہے تو بیویاں اس کی زیادہ مستحق ہیں۔

حدیث سے بھی نفقہ کا وجوب ثابت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے متعلق اللہ سے ڈرو وہ تمہاری معین و مددگار ہیں۔ بیشک تم نے ان کو اللہ کے حکم سے اپنایا ہے۔ اور اللہ کے حکم سے ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ اپنے اوپر کسی کو قدرت نہ دے جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور تم پر ان کا کھانا اور لباس بھلے طریقہ سے واجب ہے۔

روایت کیا گیا کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: شوہر پر بیوی کا حق کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ اس کو کھلائے جب وہ

(۱) الاحوال الشخصیہ :ص۲۶۹

کھائے۔ وہ اس کو پہنائے جب وہ پہنے۔اس کو گھر میں تنہا نہ چھوڑے۔اس کو نہ مارے نہ برا بھلا کہے۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ: ابوسفیان کی بیوی ھند بنت عتبہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، وہ مجھے اور میرے بچے کو اتنا نہیں دیتے جو ہمیں کافی ہوجائے۔مگر میں اس کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر لے لیتی ہوں، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا لے لو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو جائے۔

رہی بات قیاس کی تو فقہ کا اصولی قاعدہ ہے جو غیر کے حق کے لیے کاربند ہوجائے تو اس کا نفقہ اس شخص پر ہے (جس کے لیے اس نے اپنے آپ کو پابند کیا ہے) مفتی، والی، قاضی، اور اسی طرح حکومت کے دیگر کارکنان کا نفقہ بیت المال پر واجب ہے اس لیے کہ انہوں نے حکومت کی منفعت و مفاد کی خاطر طلب رزق سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھا تو حکومت پر لازم ہے کہ وہ ان کے لیے اس قدر پیش کرے جو ان کے اور ان کے گھر والوں کے لیے رواج کے مطابق کافی ہوجائے۔ بیوی نے اپنے آپ کو گھر کے کام کاج اور گھریلو کام کی دیکھ ریکھ کے لیے پابند کرلیا ہے اور گھریلو کاموں میں اپنے آپ کو مشغول کرنے کا عوض یہ ہے کہ اسے نفع کا حق حاصل ہو۔

اجماع۔اس پر نبی ﷺ کے زمانہ سے اب تک مسلمانوں کا اجماع رہا ہے۔اس سلسلے میں کسی نے مخالفت نہیں کی''۔

عالمِ اسلام کے مایہ ناز فقیہ ڈاکٹر وھبہ الزحیلی نے اپنی معروف کتاب الفقہ الاسلامی وادلتہ میں مستند کتابوں کے حوالے سے نفقۂ زوجیہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔اسی بحث سے منتخب عبارتیں مع ترجمہ پیش کی جا رہی ہیں، راقم السطور نے اتنی مدلل و مفصل اور جامع بحث جو نفقۂ زوجیہ کے تمام پہلوؤں کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہو کہیں اور نہیں پائی ہے۔ملاحظہ کیجیے:

" ان النفقة لغة هي ماينفقه الانسان على عياله ، وهي شرعاً

الطعام والكسوة والسكنى وعرفاً فى اطلاق الفقهاء: هى الطعام فقط ولذا يعطفون عليه الكسوة ولسكنى والعطف يقتضى المغايرة.(الدر المختار وحاشية ابن عابدين ٢/٨٨٦)

وجوبها: اتفق الفقهاء على وجوب النفقة للزوجة مسلمة كانت أو كافرة بنكاح صحيح فاذا تبين فساد الزواج وبطلانه رجع الزوج على المرأة بما أخذته من النفقة وثبت وجوبها بالقرآن والسنة والاجماع والمعقول .(١)

لغت میں نفقہ وہ ہے جس کو انسان اپنے عیال پر خرچ کرتا ہے۔ اور شریعت میں نفقہ کھانا، کپڑا اور رہائش کو کہتے ہیں۔ اور فقہاء کی اصطلاح میں صرف کھانا مراد ہے۔ اس لیے وہ اس پر پوشاک اور رہائش کو عطف کرتے ہیں۔ اور عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے۔

فقہاء کا بیوی کے نفقہ کے وجوب پر اتفاق ہے چاہے بیوی مسلمان ہو یا کافرہ نکاح صحیح کی وجہ سے، جب شادی کا فساد اور اس کا بطلان ظاہر ہوجائے تو شوہر اپنی بیوی سے ان تمام چیزوں کو واپس لے لے گا جو اس عورت نے نفقہ میں حاصل کیا ہے۔ اور اس (نفقہ) کا وجوب قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے ثابت ہے۔

تشمل النفقة الزوجية مايأتى.

١. الطعام والشراب والادام
٢. الكسوة
٣. المسكن
٤. الخدمة ان لزمتها أوكانت ممن تخدم
٥. آلة التنظيف ومتاع البيت .

(١) الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ٧ ص ٧٨٦۔ دار الفکر بیروت بحوالہ البدائع ١٥/٤ فتح القدیر ٣٢١/٣ بدایۃ المجتہد ٥٣/٢ ومابعدھا، مغنی المحتاج ٤٢٦/١ المغنی ج ٧، ٥٣٣)

قد نصت المادة ۷۱ من القانون السوری علی أنواع النفقة وتقریرها آخذة بوجوب نفقات التطبیب والعلاج

١.النفقة الزوجیة تشمل الطعام والکسوة والسکنیٰ والتطبیب بالقدر المعروف، وخدمة الزوجة التی یکون لأمثالها خادم

٢. یلزم الزوج بدفع النفقة الی زوجته اذا امتنع عن الانفاق علیها أوثبت تقصیره .

الواجب الاول:. الطعام وتوابعه

قررالفقهاء أنه یجب للزوجة الطعام والشراب والادام ومایتبعها من ماء وخل وزیت ودهن للأکل وحطب وقود ونحوها ولاتجب الفاکهة.(١)

مندرجہ ذیل نفقۂ زوجیہ میں شامل ہے۔

۱۔کھانا پانی اورسالن

۲۔لباس

۳۔رہائش

۴۔خدمت

۵۔صفائی کا آلہ اورگھر کا سامان

دستورشام کی دفعہ ۷۱/نفقہ کے انواع پر محیط ہے جس میں ڈاکٹر اور علاج کے اخراجات کوبھی شوہر پرلازم قرار دیا گیا ہے۔

۱۔نفقہ زوجیہ میں طعام، پوشاک اور رہائش دوا علاج عرف کے

(۱)الفقہ الاسلامی ج۷ص۷۹۸۔بحوالہ البدائع والصنائع ۴/۲۳۔فتح القدیر۳/۳۲۲ومابعدھا، الدرالمختار۲/۸۸۶،۸۹۴،۸۹۷،۸۹۹،۹۰۵،القوانین الفقھیۃ ص۲۲۱ومابعدھا۔الشرح الصغیر۲/۷۳۱ومابعدھا۷۳۹،بدایۃ المجتھد۲/۵۴،مغنی المحتاج۳/۴۲۶،۴۲۹،المھذب۲/۱۶۱،۱۶۲المغنی ۷/۵۶۴،۵۶۸۔۵۷۱۔کشاف القناع ۵/۵۳۳ومابعدھا۔

مطابق اور ایسی خدمت جو بیوی کے ہم رتبہ عورتوں کو حاصل ہے۔

۲۔شوہر پر اپنی بیوی کا نفقہ لازم قرار دیا جاتا ہے۔ جب شوہر اس پر خرچ کرنے سے رک جائے یا اس کی کوتاہی ثابت ہو جائے۔

پہلا واجب:۔ کھانا اور اس کے لوازمات ہیں۔

فقہاء کے نزدیک بیوی کے لیے کھانا، پانی اور سالن واجب ہے اور جو اس کے تابع ہیں مثلاً، پانی، سرکہ، تیل، لکڑی، اور ایندھن وغیرہ، میوہ واجب نہیں ہے۔

الواجب الثاني. الكسوة

أجمع العلماء على أنه تجب على الزوج لزوجته كسوتها ؛ لانها لابد منها على الدوام ولقوله عز و جل (وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف)وقول النبى ﷺ ولهن عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف، وقوله عليه السلام لهند ، " خذى مايكفيك وولدك بالمعروف " والكسوة بالمعروف: هي الكسوة التي جرت عادة أمثالها بلبسه. (١)

دوسرا واجب:۔ لباس ہے۔علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ شوہر پر اس کی بیوی کا پوشاک واجب ہے۔ یہ اس پر ہر حال میں واجب ہے۔اللہ کے اس قول کی وجہ سے ''وعلى المولود له رزقهن و كسوتهن بالمعروف''

اور نبی ﷺ نے فرمایا:۔تم لوگوں پر ان کا کھانا اور کپڑا بھلے طریقے سے واجب ہے۔اور نبی ﷺ نے فرمایا۔ لے لو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے کافی ہو جائے۔اور مناسب لباس وہ ہے جو اس (بیوی) کے امثال

(۱) الفقہ الاسلامی۔ ۸۰۲/۷ بحوالہ البدائع ۲۳/۴ وما بعدھا۔ الدر المختار ۸۹۳/۲ وما بعدھا، القوانین الفقھیۃ ص ۲۲۲۔ مغنی المحتاج ۴۲۹/۳، ۴۳۳ وما بعدھا۔ المغنی ۵۶۸/۷ الشرح الصغیر ۷۳۸/۲، المھذب ۱۶۲/۲، کشاف القناع ۵۳۴/۵۔ المغنی ۵۷۲/۷

میں راجح ہو۔

الواجب الثالث:. المسكن

يجب للزوجة أيضاً مسكن لائق بها اما بملك أو كراء أو اعارة أو وقف ، لقوله تعالى (أسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم)اى بحسب سعتكم وقدرتكم المالية ، وقوله تعالى (وعاشروهن بالمعروف) ومن المعروف أن يسكنها فى مسكن ولأنها لاتستغنى عن المسكن للاستتار عن العيون وحفظ المتا ع.

ويكون المسكن كالطعام والكسوة على قدر يسار الزوجين واعسارهما لقوله تعالى" من وجدكم"

وبناء عليه يجب أن يتوافر فى المسكن الأوصاف الآتية :

١ . أن يكون ملائما حالة الزوج المالية للآية السابقة " من وجدكم".

٢ . ان يكون مستقلا بها ليس فيه أحد من أهله الا أن تختار ذلك وهذا عن الحنيفة.

٣. ان يكون المسكن مؤثثاً مفروشاً فى رأى الجمهور غيرالمالكية: بأن يشتمل على مفروشات النوم من فراش ولحاف ووسادة ، ادوات المطبخ من آلات الأكل والشرب الطبخ من قدر (آلة مطبخ) وقصعة (آلة آكل)وكوز (ابريق) وجرة (آلة شرب) ونحوها حسب العادة مما لا غنى لها عنه كمغرفة ، وماتغسل فيه ثيابها، وأدوات الاضاءة. لان المعيشة لا تتم بدون المذكور، فكان من المعاشرة بالمعروف.

اتفق الفقهاء على اشتراط كون المسكن مشتملا على المرافق الضرورية اللازمة السكنى من دورة مياه ومطبخ ومنشر، وان تكون تلك المرافق خاصة بالسكن الا اذاكان الزوج فقيراً

ممن يسكن في غرفة في دار كبيرة متعددة الغرف والسكان، بشرط كون الجيران صالحين (۱)

تیسرا واجب:۔ رہائش ہے، بیوی کے لیے اس کے مناسب حال رہائش واجب ہے چاہے وہ مکان اس کی ملکیت میں ہو یا کرایہ کا ہو یا عاریت کا ہو یا وقف کا ہو۔ ارشاد باری تعالی ہے " أسكنو هن من حيث سكنتم من وجدكم "، یعنی تمہاری حیثیت اور مالی طاقت کے مطابق ہو۔ اور اللہ تعالی کا قول "**عاشروهن بالمعروف**" اور معروف یہ ہے کہ اس کو ایسی جگہ میں رکھو جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہے اور اس میں اس کا سامان بھی محفوظ رہے۔

رہائش بھی طعام و پوشاک کی طرح زوجین کی تنگی و وسعت کے مطابق واجب ہے۔ اللہ تعالی کے اس قول "**من وجدكم**" کی وجہ سے۔ اسی بنا پر واجب ہے کہ رہائش مندرجہ ذیل اوصاف سے متصف ہو:

۱۔ وہ شوہر کی مالی حالت کے مطابق ہو سابقہ آیت " من وجدکم " کی وجہ سے۔

۲۔ وہ مسکن ایسا ہو جس میں شوہر کے رشتہ داروں میں سے کوئی نہ ہو مگر بیوی شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو اور یہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے۔

۳۔ جمہور کی رائے میں مسکن فرنیچر سے آراستہ ہو، مالکیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ مفروشات نوم میں بستر، لحاف اور تکیہ شامل ہے اور مطبخ کا سامان مثلاً کھانے پینے کے آلات توا، پیالہ، لوٹا، گھڑا وغیرہ اسی طرح وہ چیزیں جن کا عرف ورواج ہو، اور جس کے بغیر چارہ کار نہیں، جیسے کڑھائی اور ایسی چیز جس میں اپنے کپڑے کو دھوئے اور روشنی کا سامان۔ اس لیے کہ زندگی گذارنا مذکورہ بالا چیزوں کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور یہ حسن معاشرت ہے۔

فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رہنے کی جگہ ضروری و لازمی

(۱) الفقہ الاسلامی ص ۷ ج ۸۰۳ تا ۸۰۵، بحوالہ فتح القدیر ۳/۳۳۴ ومابعدھا، الدرالمختار ۲/۹۱۲۔ ۹۱۴۔ الشرح الصغیر ۲/۷۳۷۔ القوانین الفقھیۃ ص ۲۲۲۔ مغنی المحتاج ۳ ص ۴۳۰، ۴۳۲، المھذب ۲/۱۶۲، المغنی ۷/۵۶۹۔

سہولیات سے آراستہ ہو۔ بیت الخلاء وغسل خانہ، مطبخ اور وہ سہولت جو رہائش کے لیے ضروری ہو، مگر جب شوہر نادار ہو، جو ایسے مکان جس میں بہت سے کمرے ہوں اور بہت سے لوگ رہنے والے ہوں اور اس مکان کے ایک کمرے میں رہتا ہو اور اس کے تمام پڑوسی نیک وصالح ہوں۔

الواجب الرابع:. نفقة الخادم ان كانت ممن تخدم.

اتفق الفقهاء على انه يلزم للزوجة نفقة الخادم اذا كان الزوج موسراً وكانت المرأة ممن تخدم فى بيت ابيها مثلا ولاتخدم نفسهالكونها من ذوى الأقدار أومريضة لأنه من المعاشرة بالمعروف ولأن كفايتها واجبة عليه، وقال تعالى (وعاشروهن بالمعروف) والأولىٰ للموسر اخدام زوجته التى تخدم نفسها لأنه معاشرة بالمعروف .(١)

چوتھا واجب:۔ خادم کا خرچ

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شوہر پر بیوی کے خادم کا خرچ لازم ہے، جب کہ شوہر مالدار ہو۔ اور عورت اپنے والد کے یہاں خدمت لیتی اور خود کام نہیں کرتی تھی۔ صاحب حیثیت ہونے کی وجہ سے یا بیمار ہونے کی وجہ سے۔ اس لیے کہ یہ حسن معاشرت ہے۔ اور اس کی رعایت کرنا شوہر پر لازم ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے ''وعاشروھن بالمعروف'' بہتر یہ ہے کہ مالدار شوہر کو اپنی بیوی کی خدمت کے لیے خادمہ کا نظم کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ حسن معاشرت ہے۔

الواجب الخامس: آلة التنظيف و متاع البيت

اتفق الفقهاء على وجوب أجرة القابلة وآلات التنظيف واختلفوا فى أدوات التجميل ومتاع البيت. فقال الحنفية. يجب على الزوج آلة طحن وخبز وآنية شراب وطبخ، ككوز وجرة وقدر ومغرفة وكذا

(١) الفقه الاسلامی ج ۷ ص ۸۰۵۔ بحوالہ البدائع ۴/۲۴۔ فتح القدیر ۳/۳۲۷، ۳۲۹، الدر المختار ۲/۹۰۱۔ بدایۃ المجتہد ۳/۵۴۔ الشرح الصغیر ۲/۷۳۴۔ مغنی المحتاج ۳/۴۳۲ ومابعدھا۔ المہذب ۲/۱۶۲۔ المغنی ۷/۵۶۹ ومابعدھا۔ غایۃ المنتھی ۳/۲۳۴۔ کشاف القناع ۵/۵۳۷ ومابعدھا۔

سائر أدوات البيت كحصير ولبدوطنفسة (بساط صوف) وماتنتظف به و تزيل الوسخ كمشط وأشنان وصابون وسدر ودهن وخطمى على عادة أهل البلد و يجب عليه مداس رجلها و ما تغسل به ثيابها و بدنها و ينقل لها ماء الغسل من الجنابة ويجب لها ماء الوضوء وأما أجرة القابلة فعلى من استاجرها من زوجة وزوج فان جاءت القابلة بلا استئجار قيل: تجب عليه لانه مؤنة الجماع وقيل : تجب عليها كأجرة الطبيب ، وأما الطيب فيجب عليه مايوضع بعد الحيض والرائحة الكريهة. اّماالخضاب والكحل فلا يلزمه ، بل هو على اختياره، ولا تجب لها الفاكهة والقهوة والدخان.(١)

پانچواں واجب:۔ صفائی کا آلہ اور گھریلو سامان ہے۔

دائی جنائی کی اجرت اور صفائی کے آلات کے وجوب پر فقہاء کا اتفاق ہے البتہ ان کا اختلاف زینت کے سامان اور گھریلو سامان میں ہے، امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ شوہر پر آٹا چکی، توا، پینے اور پکانے کے برتن، جیسے مشکیزہ، گھڑا، ہانڈی، ڈوئی اور اسی طرح گھر کے تمام سامان جیسے چٹائی، نمدہ، اون کی چادر اور وہ چیز جس سے صفائی کی جاتی ہے اور میل کو دور کیا جاتا ہے، جیسے کنگھی، دھونے کی گھاس، صابون، بیر، تیل، اور خطمی عرف ورواج کے مطابق واجب ہے اور شوہر پر چپل اور نہانے دھونے کے صابن کا نظم کرنا واجب ہے اور اس کے لیے وضو اور غسل جنابت کے پانی کا نظم واجب ہے، رہی بات دائی جنائی کی اجرت تو اس کی اجرت میاں بیوی میں سے اس پر واجب ہے جس نے اس کو اجرت پر طلب کیا۔ اگر بن بلائے دائی آگئی تو کہا گیا کہ اس کی اجرت شوہر پر واجب ہوگی اس لیے کہ وہ جماع کا نتیجہ ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ طبیب

(١) الفقہ الاسلامی ج ۷ ص ۸۰۷۔ بحوالہ الدر المختار ۲/۸۹۳۔ الشرح الصغیر ۲/۷۳۳ ومابعدھا ۷۳۸۔ القوانین الفقہیۃ ص ۲۲۲۔ المھذب ۲/۱۶۱۔ مغنی المحتاج ۳/۴۲۷، ۴۳۰، ۴۳۲۔ المغنی ۷/۵۶۷ ومابعدہ کشاف القناع ۵/۵۳۴، ۵۳۶۔ غایۃ المنتھیٰ ۳/۲۳۳۔

کی طرح دائی کی اجرت بھی عورت پر واجب ہے۔حیض اور خون کی بدبو دور کرنے کے لئے خوشبو شوہر پر واجب ہے۔خضاب اور سرمہ شوہر پر لازم نہیں ہے بلکہ وہ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔میوہ چائے اور تمباکو شوہر پر واجب نہیں ہے۔مذکورہ تفصیلات سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ شریعت اسلامیہ نے عورت کو ہر طرح کی مالی ذمہ داریوں سے سبکدوش رکھا ہے، بیوی مروجہ تلک اور جہیز لانے کی ہرگز پابند نہیں ہے اور نہ اس کو اس پر مجبور کیا جاسکتا ہے ۔گھریلو سامان کی فراہمی شوہر پر واجب ہے، پینے پکانے کے آلات مثلاً مشکیزہ، گھڑا، ہانڈی ،ڈوئی ،توا وغیرہ اور گھریلو سامان مثلاً چٹائی ،نمدہ، چادر، کنگھی، صابون، تیل ،خوشبو وغیرہ کا انتظام کرنا شوہر پر واجب ہے۔جب معمولی چیزوں کی فراہمی شوہر پر واجب ہے تو ان سے بڑی چیزوں کی فراہمی بدرجہ اولیٰ واجب ہوگی

جہیز شوہر کے ذمہ واجب ہے

جہیز شوہر پر واجب ہے، شریعت میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ جہیز بیوی پر واجب ہے۔ بغیر دلیل کے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا ہے۔ نان ونفقہ، لباس اور رہائش کی جگہ کا نظم شوہر پر واجب ہے اور گھریلو ساز وسامان جسے عرف میں جہیز کا نام دیا جاتا ہے یہ رہائش کے مکان میں داخل ہے۔ لہذا اس کا نظم کرنا خاوند پر واجب ہے، جہاں تک مہر کی بات ہے تو اس پر تصرف کا اختیار شریعت نے صرف بیوی کو دیا ہے اور قرآن نے مہر کو نحلہ (عطیہ) سے موسوم کیا ہے جس کی ادائیگی شوہر پر واجب ہے، اور عدم ادائیگی کی صورت میں وہ قابل گرفت ہوگا۔ عالم اسلام کے مشہور فقیہ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی اپنی مشہور کتاب ''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' میں رقمطراز ہیں" فرأوا أن الجهاز واجب على الزوج ،كما يجب عليه النفقة وكسوة المرأة والمهر المدفوع ليس فى مقابلة الجهاز، وانما هوعطاء ونحلة كما سماه الله فى كتابه أوهوفى مقابلة حل التمتع بها فهو حق على الزوج لزوجته لكن ان دفع الزوج مقداراً من المال فى مقابلة الجهاز فان كان المال زائداً على المهر مستقلا عنه ،فتلزم الزوجة باعداد الجهاز لأنه كالهبة بشرط العوض "(۱)

'' حنفیہ کے نزدیک جہیز شوہر پر واجب ہے جیسا کہ اس پر نفقہ اور لباس واجب ہے اور دیا ہوا مہر جہیز کے مقابلہ میں نہیں ہے وہ تو عطیہ اور نحلہ ہے جس کی صراحت قرآن میں موجود ہے۔ یا مہر عورت سے فائدہ اٹھانے کے عوض میں ہے چنانچہ وہ بیوی کا شوہر پر حق ہے اور اگر خاوند نے جہیز کے لیے ایک متعین مال دیا اور وہ مال، مہر کے علاوہ جہیز ہی کے لیے ہے تو بیوی پر جہیز کی فراہمی لازم ہے اس لیے

(۱) الفقہ الاسلامی وأدلتہ للدکتور وھبۃ الزحیلی۔ ج ۷ ص ۳۱۲

کہ وہ اس ہبہ کی طرح ہے جو بدلہ وعوض کی شرط سے منسلک ہو ''۔

امام ابوزہرہ اس سلسلہ میں حنفی مسلک کی یوں وضاحت فرماتے ہیں:

" رای الحنفية وهو أن اعداد البيت على الزوج : لأن النفقة بكل أنواعها من مطعم وملبس ومسكن عليه ، واعداد البيت من المسكن ، فكان بمقتضى هذا الاعداد على الزوج اذ النفقة بكل أنواعها تجب عليه والمهر ليس عوض الجهاز ، لانه عطاء ونحلة كما سماه القرآن ، فهو ملك خالص لها وهو حقها على الزوج بمقتضى أحكام الزواج وليس ثمة من مصادر الشريعة ما يجعل المتاع حقاً على المرأة ولا يثبت حق من حقوق الزواج من غير دليل ''(۱)

ترجمہ ''حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ گھریلو سامان کی تیاری شوہر کے ذمہ ہے اس لیے کہ ہر قسم کا نفقہ یعنی کھانا، لباس اور رہائش کی جگہ دینا اس پر واجب ہے اور گھریلو ساز وسامان رہائش کے مکان میں داخل ہے اس لحاظ سے گھریلو ساز وسامان کی تیاری شوہر پر واجب ہے مہر جہیز کے بدلہ میں نہیں ہے اس لیے کہ وہ عطیہ اور نحلہ ہے جیسا کہ قرآن نے مہر کو نحلہ کہا ہے، وہ بلاشرکت غیر بیوی کی ملکیت ہے اور بیوی کا یہ حق شوہر کے ذمہ واجب ہے شریعت میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس کی بنیاد پر گھریلو ساز وسامان کی تیاری کو عورت پر واجب حق قرار دیا جا سکے اور بغیر دلیل کے کوئی حق ثابت نہیں ہوتا''۔

" الزواج والطلاق فی جمیع الادیان " کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ گھریلو ساز وسامان (جسے عرف میں جہیز کا نام دیا جاتا ہے) میں سے کچھ بھی بیوی پر واجب نہیں ہے بلکہ شریعت نے اس کی ذمہ داری شوہر پر ڈالی ہے۔

" يرى الحنفية أن اعداد بيت الزوجية على الزوج لأن النفقة

(۱) الاحوال الشخصیۃ ص ۲۶۳

بکل انواعها علیه والمهرلیس عوض الجهاز لانه ملک خالص للزوجة ولا دلیل یوجب علی الزوجة شیئاً من متاع البیت " (۱)

سید سابق اس سلسلے میں اپنے خیالات کا یوں اظہار فرماتے ہیں۔

واما المسئول عن اعداد البیت اعداداً شرعیاً وتجهیز کل ما یحتاج له من الاثاث و الفرش والادوات فهو الزوج ، والزوجة لا تسأل عن شئ من ذلک مهما کان مهرها ، حتی ولوکانت زیادة المهر من أجل الأثاث لأن المهر انما تستحقه الزوجة فی مقابل الاستمتاع بها،لا من أجل اعداد الجهاز لبیت الزوجیة فالمهر حق خالص لها لیس لأبیها لا لزوجها ولا لأحد حق فیه (۲)

ترجمہ " گھر کی شرعی تیاری اور ہر وہ چیز جس کی ضرورت پیش آتی ہے جیسے سامان بستر، اور برتن وغیرہ کے انتظام کرنے کی ذمہ داری شوہر پر ہے اور بیوی ان تمام چیزوں سے بری الذمہ ہے حتی کہ اگر مہر کی زیادتی سامان کے لیے ہوتب بھی عورت پر گھریلو سامان لازم نہیں اس لیے کہ عورت مہر کی مستحق اس سے فائدہ اٹھانے کے عوض میں ہوتی ہے نہ کہ سامان جہیز کی تیاری کے لیے ہے مہر صرف اور صرف اسی کا حق ہے جس میں نہ اس کے والد نہ اس کے شوہر اور نہ ہی کسی اور شخص کا حق ہے "۔

ان روشن دلائل سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ جس طرح نان ونفقہ، لباس اور رہائش کی جگہ کا نظم کرنا شوہر پر واجب ہے اسی طرح گھریلو ساز وسامان کا بندوبست کرنا بھی اس پر واجب ہے۔ مرد طالب اور عورت مطلوب ہے اس لیے شریعت نے عورت کو ہر طرح کی مالی ذمہ داریوں سے بری رکھا ہے جہاں تک مہر کی بات ہے تو یہ اس سے فائدہ اٹھانے کے عوض میں ہے اور یہ اس کی خالص مِلک ہے چنانچہ بیوی نہ سامان جہیز لانے کی پابند ہے اور نہ اس کو اس پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔

(۱) الزواج والطلاق فی جمیع الادیان ص ۲۱۵

(۲) فقہ السنۃ ج۲ ص ۱۵۴-۱۵۳ ۔ نیز ملاحظہ ہو الحلال والحرام لأحمد محمد عساف ص ۱۶۱

عین شادی کے موقع پر گھریلو سامان کی فراهمی اور نمائش غیر شرعی عمل ہے

اب یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ سامان جہیز شرعاً خاوند کے ذمہ واجب ہے اور بیوی کی جملہ جائز ضروریات زندگی کا نظم کرنا اس کے فریضہ میں داخل ہے۔ موجودہ حالات کے پیش نظر اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ شادی سے قبل جملہ ضروریات زندگی کا انتظام کر لے اگر مجبوری ہو تو شادی کے بعد اس کا بندوبست کر لے لیکن عین شادی کے موقع پر گھریلو ساز وسامان کا نظم کرنا اور نمود ونمائش سے کام لینا غیر شرعی عمل ہے اس کی وجہ سے معاشرہ ہلاکت وتباہی کے دہانہ پر کھڑا ہو جاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کی شادی کے موقع پر سامانِ جہیز فراہم کرنے کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علیؓ کے پاس نہ مکان تھا نہ گھریلو ساز وسامان اور حضرت علیؓ شادی سے قبل گھریلو ساز وسامان کا بندوبست کرنے سے قاصر تھے۔ حضور اکرم ﷺ آپ کے سرپرست تو تھے لیکن آپ کے اختیاری فقر سے سب لوگ واقف ہیں اس کے علاوہ دورِ نبوی ﷺ میں کوئی مثال نہیں ملتی ہے کہ عین شادی کے موقع پر خاوند کی جانب سے سامان جہیز کا باضابطہ نظم ہوا ہو۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے جس میں ہم تمام کے لیے وافر مقدار میں سامانِ عبرت وموعظت موجود ہے۔

ابن ابی وداعہ کہتے ہیں کہ میں سعید بن مسیّب کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔

بیوی کے انتقال کی وجہ سے چند دنوں کی غیر حاضری کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا کہاں تھے؟ میں نے کہا کہ میری اہلیہ انتقال کر گئی ہے۔ انھوں نے کہا تم نے ہمیں خبر کیوں نہ کی ورنہ ہم حاضر ہوتے۔ پھر انہوں نے کہا کیا تم نے کسی عورت کا انتخاب کر لیا ہے؟ میں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے مجھے کون لڑکی دے گا؟ میں تو تین درہم سے زیادہ کا مالک نہیں ہوں انھوں نے کہا ''میں اپنی لڑکی دوں گا'' میں نے تعجب سے پوچھا، کیا آپ ایسا کریں گے؟ انہوں نے کہا ''ہاں'' پھر انہوں نے حمد باری تعالی اور نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام کے بعد دو درہم یا تین درہم کے عوض مجھ سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ اب میری خوشی کا یہ عالم کہ اپنے آپ کا ہوش نہیں رہا اسی حال میں اپنے گھر آیا۔ استاذ محترم کے بلند اخلاق و کردار اور صفات عظیمہ کا ہر باب ہمارے ذہن و دماغ میں مسلسل گردش کرتا رہا۔ نماز مغرب کی ادائیگی اور افطارِ صوم کے بعد آرام ہی کر رہا تھا کہ کسی کے دروازے پر دستک دینے کی آواز سنائی دی، میں نے کہا آپ کون ہیں؟ آواز آئی سعید۔ میں ہر اس آدمی کے بارے میں سوچنے لگا جس کا نام سعید ہو، مگر ایک ہی نام میرے ذہن میں آرہا تھا وہ تھے سعید بن مسیّب، لیکن میں نے ان کو چالیس سال سے گھر اور مسجد کے علاوہ نہیں دیکھا تھا۔ میں یہ سوچتا ہوا نکلا کہ اچانک سعید بن مسیّب کو اپنے سامنے کھڑا پایا۔ میں نے کہا آپ نے زحمت کیوں کی مجھے اطلاع فرما دیتے تو میں حاضر خدمت ہو جاتا۔ انہوں نے فرمایا: تم اس کے زیادہ حقدار ہو کہ تمہارے پاس آیا جائے۔ میں نے کہا کیا حکم فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا تم تنہا تھے، میں نے تمہاری شادی کر دی۔ لہٰذا میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ تم تنہا رات گزارو۔ یہ تمہاری بیوی ہے۔ اتنا سنتے ہی وہ فوراً آپ کے پیچھے کھڑی ہو گئیں، پھر سعید بن مسیّب نے اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑا اور دروازے کے اندر داخل کر دیا اور دروازہ بند کر دیا۔ وہ مارے شرم کے

گر پڑیں۔ میں نے ان کے سامنے پیالہ پیش کیا جس میں تیل اور روٹی تھی اور اس پیالہ کو چراغ کے سایے میں رکھا تا کہ وہ اس معمولی کھانے کو نہ دیکھ سکیں۔ پھر میں چھت پر چڑھا اور پڑوسیوں کو آواز دی۔ وہ لوگ آئے اور کہا۔ کیا بات ہے؟ میں نے کہا آج سعید بن مسیّب نے اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دی ہے۔ ان لوگوں نے تعجب سے پوچھا کیا سعید بن مسیّب نے اپنی بیٹی کی شادی تم سے کر دی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ ان کی بیٹی ہمارے گھر میں موجود ہے۔۔۔۔

آگے چند سطروں کے بعد یہ بھی مذکور ہے کہ سعید بن مسیّب کی بیٹی کی طرف عبد الملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولی عہد ولید بن عبد الملک کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا تھا لیکن سعید بن مسیّب نے اپنی بیٹی کا رشتہ منظور کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ عبد الملک نے ہر ممکن تدبیر اپنائی کہ کسی طرح سعید بن مسیّب راضی ہو جائیں اس مقصد کی خاطر اس نے سردی کے زمانہ میں سو کوڑے لگوائے اور دیگر تکالیف میں مبتلا کیا لیکن آپ راضی نہ ہوئے۔(۱)

اس واقعہ میں غور طلب امر یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں اور ہر سنت کی پیروی کرنے والے ہیں لیکن نہ آپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور نہ خاوند کی طرف سے گھریلو ساز و سامان عین شادی کے موقع پر مہیا کرنے کی بات کی۔ اور نہ مہر کی مقدار زیادہ رکھی جس طرح موجودہ دور میں رواج ہو چلا ہے جس کی ادائیگی عموماً شوہر کے بس سے باہر ہوتی ہے یا شوہر مہر کی ادئیگی کو ضروری نہیں سمجھتا حالانکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

" أيما رجل تزوج امرأة على ما قل من المهر أو كثر ليس فى نفسه أن يؤدى اليها حقها خدعها فمات ولم يؤد اليها حقها لقى الله يوم القيامة وهو زان . رواه الطبرانى فى الصغير

(۱) حلیۃ الأولیاء لحافظ أبی نعیم الأصفہانی ج ۲ ص ۱۶۸۔۱۶۷

والاوسط ، ورجاله ثقات (۱)

یعنی ''جس کسی آدمی نے کسی عورت سے قلت مہر یا کثرت مہر پر شادی کی لیکن اس کے دل میں عورت کے اس حق کو ادا کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو اس نے عورت کو دھوکہ دیا۔ وہ مرگیا اس حال میں کہ اس نے اس کا حق (مہر) اس کے سپرد نہیں کیا تو وہ قیامت میں اللہ سے زانی کی حیثیت سے ملاقات کرے گا''۔

اس شادی میں نہ باراتیوں کا جم غفیر، نہ مہمانوں کی کثرت، نہ دعوتوں پر کثیر رقومات کا صرفہ، جو موجودہ دور کی شادیوں کا خاصہ اور لازمی حصہ بن گیا ہے۔ آج ہم لوگ اسلامی تعلیمات سے کتنے دور ہو چکے ہیں کہ شوہر کی مالی حالت بھی اچھی ہے ضروریات زندگی کی تمام چیزیں موجود ہیں بلکہ آلات تعیش بھی ہیں لیکن وہ بے غیرت سسرال والوں سے کبھی صاف لفظوں میں اور کبھی اشارہ وکنایہ میں سامانِ جہیز کا مطالبہ کرتا ہے۔ اگر مطلوبہ سامان نہ مل سکے تو بے غیرت وخدا ناترس طلاق دینے اور بیوی کو مصائب وآلام کی چکی میں پیسنے اور زندہ جلا دینے میں بھی عار محسوس نہیں کرتا ہے۔ اس کو شاید یہ یقین ہے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل ہو نہ ہو نبی کی محبت تو دل میں ہے۔ مزید یہ کہ میرا نام اسلامی ہے اور مسلمان گھرانے میں پیدا بھی ہوا ہوں۔ بھلا جنت میں جانے سے کون سی چیز حائل ہوسکتی ہے۔ اللہ ہم تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ہر دردمند دل کو رونا مرا رُلا دے
بے ہوش جو پڑے ہیں شاید انہیں جگا دے

☆

(۱) الترغیب والترھیب للمنذری ج ۳ ص ۴۸
مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۸۴، باب فیمن نوی ان لا یؤدی صداق امرأته

شادی یا منافع بخش تجارت

جہیز سے زیادہ خطرناک اور مہلک رسم ''تلک'' ہے جس کے ذریعہ گویا مہذب طریقہ سے انسان کی خرید وفروخت ہوتی ہے جس طرح جانوروں کے میلوں میں بائع ومشتری (۱) کے مابین خرید وفروخت کا معاملہ طے پاتا ہے، بائع اپنے دلالوں کے ذریعہ خریدار سے زیادہ سے زیادہ روپے مختلف طریقے سے وصول کرنے کی کوشش کرتا ہے اور مشتری کی بدنصیبی یہ ہوتی ہے کہ قیمت کی زیادتی کی وجہ سے اپنے من پسند جانور خریدنے سے قاصر رہتا ہے۔اسی سے مشابہ موجودہ دور کی شادیاں ہیں۔شادی بیاہ کی منڈی میں لڑکے کے اولیاء زیادہ تلک اور کثیر ساز وسامان کی لالچ وحرص میں دیندار، تعلیم یافتہ اور امورِ خانہ داری سے واقف لڑکی کو نظر انداز کردیتے ہیں۔ فرمائشی تلک وجہیز کی وجہ سے لڑکی کے اولیاء لڑکی کے مناسب حال لڑکے کا انتخاب نہیں کرپاتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ انتشار وخلفشار اور مختلف قسم کی برائیوں کی آماجگاہ بن چکا ہے۔یہ ایک ایسی انسانیت سوز رسم ہے جس کے مہلک اثرات کی وضاحت کے لیے الفاظ ملنے مشکل ہیں۔مرد کو '' **الرجال قوامون علی النساء** ''(۲) کا درجہ اسی لیے حاصل ہے کہ وہ مہر کی ادائیگی کے ساتھ جملہ مالی اخراجات کا کفیل ہوتا ہے، اس کی غیرت و خودداری اس وقت کہاں دفن ہوجاتی ہے جب وہ اپنے ہونے والے خسر سے تلک اور سامان جہیز کا مطالبہ کرتا ہے، یا اپنے والد کے مطالبہ کی حمایت وتائید کرتا ہے، اس رسم کا کہیں ثبوت و دلیل کیا اس کا تو اسلام سے کوئی تعلق ہی

(۱) بائع۔بیچنے والا،مشتری۔خریدنے والا

(۲) ''یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں''۔سورۃ النساء: آیت ۳۴۔

نہیں۔اس کے باوجود ہمارے معاشرے میں شادی کا یہ ایک لازمی جز بنتا جارہا ہے۔ جو خطرناک صورتحال کی نشاندہی کرتا ہے۔آج شادی ایک تجارت بن چکی ہے جس میں بسا اوقات' تلک' لاکھ سے تجاوز کرجاتا ہے اور سامانِ جہیز کی فہرست میں ایسے سامان بھی شامل ہوجاتے ہیں جن کی شاید ہی ضرورت پیش آتی ہو، بات صرف تلک اور جہیز پر ختم نہیں ہوجاتی بلکہ شادی کے موقع پر اور شادی کے بعد ایک طویل مدت تک مختلف ناموں سے لڑکی کے اولیاء سے رقومات حاصل کی جاتی ہیں۔جس کی اجازت شریعت میں کیا ہو بلکہ یہ مرد کی مردانگی، غیرت وخودداری اور شرافت وعزت کے برخلاف ہے۔اس کے علاوہ کتنی رسومات ایسی ہیں جن کے ذریعہ لڑکا اور اسکے اولیاء اپنی حرص وطمع کی نہ بجھنے والی پیاس کی شدت میں کمی کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔اور مطلوبہ سامان نہ ملنے پر ایسے کام بھی کرجاتے ہیں جن کی توقع جانور سے بھی نہ کی جاسکے۔

ایک دور تھا کہ ہندوستان میں لڑکی کے اولیاء مہر کی رقم کے علاوہ متعین رقم ہونے والے داماد سے لیتے تھے اس کے بعد اپنی لڑکی کو رخصت کرتے تھے۔یہ رواج ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی رائج تھا اس رقم کو ہمارے فقہاء نے مالِ حرام اور اس کی واپسی کا فتویٰ دیا تھا۔ابن عابدین شامی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''ردالمختار'' میں رقم طراز ہیں:

''من السحت ما يأخذ الصهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه حتى لو كان بطلبه يرجع الختن به'' (۱) ''یعنی حرام مال وہ بھی ہے جو خسر اپنے داماد سے اپنی لڑکی کی وجہ سے لیتا ہے چاہے دینے والے نے بظاہر خوش دلی سے دیا ہو، اگر طلب پر دیا تھا تو داماد اس کو واپس لے سکتا ہے''۔ سحت کیا ہے؟ اس کی صراحت علامہ شامی نے یوں کی ہے'' **(قوله من**

(۱) ردالمختار لابن عابدین شامی ج ۵ ص ۲۷۲،

السحت)...... الحرام أو ما خبث من المكاسب فلزم عنه العار " (۱)
یعنی حرام اور خبیث طریقہ سے حاصل شدہ چیز کہ جس سے (سلیم الطبع انسان کو) عار محسوس ہو۔

صاحب ''ردالمختار'' نے ایسے مال کو رشوت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده لانه رشوة '' (۲)

''عورت کے گھر والوں نے رخصتی کے وقت جو کچھ لیا تھا اسے شوہر کو واپس لینے کا حق حاصل ہے۔اس لیے کہ وہ رشوت ہے''۔

اور عالمگیری میں ہے:

'' خطب امرأة فى بيت أخيها فأبى أن يدفعها حتى يدفع اليه دراهم فدفع وتزوجها يراجع بما دفع لأنه رشوة كذا فى القنية ''(۳)

ترجمہ: ''ایک شخص نے ایک عورت کو پیغام دیا جو اپنے بھائی کے گھر میں رہتی تھی اور بھائی نے بغیر کچھ درہم لیے ہوئے شادی کرنے سے انکار کر دیا پس اس نے درہم دیے اور نکاح کر لیا تو وہ درہموں کو واپس لے کیونکہ یہ رشوت ہے۔قنیہ میں ایسا ہی ہے''۔

اور فتاوی قاضی خان میں ہے:

'' رجل خطب امرأة وهى تسكن فى بيت اختها وزوج اختها لا يرضى بنكاح هذا الرجل الا ان يدفع اليه دراهم فدفع الخاطب اليه دراهم كان له ان يسترد ما دفع اليه لأنه رشوة ''۔(۴)

ترجمہ: ''ایک شخص نے ایک عورت کو پیغام دیا جو اپنے بہن کے گھر میں رہتی

(۱) ردالمحتار ج۵ ص۲۷۲ فصل فی البیع
(۲) ردالمحتار ج ۲ ص ۳۶۶
(۳،۴) یہ دونوں عبارتیں مجموعۃ الفتاوی (اردو) مولانا عبدالحی فرنگی محلی ج ۲ ص ۲۳۱ سے ماخوذ ہیں

تھی اور اس کا بہنوئی اس نکاح پر بغیر کچھ لیے ہوئے راضی نہ ہوا پس پیغام دینے والے نے کچھ دے کر نکاح کرلیا تو اسے چاہیے کہ جو دیا ہے واپس لے لے کیونکہ وہ رشوت ہے''۔

ان کتابوں کے علاوہ دیگر کتابوں سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ لڑکی کے اولیاء کا مہر کے علاوہ داماد سے کسی بھی چیز کا مطالبہ ناجائز ہے۔ وہ مال حرام مال ہے۔ جس کی واپسی ضروری ہے۔ جب لڑکی کے اولیاء کا داماد سے کسی طرح کا مطالبہ ناجائز ہے تو لڑکے یا اس کے اولیاء کا لڑکی یا اس کے اولیاء سے تلک وجہیز کا مطالبہ بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

تلک ، رشوت اور حرام ہے

تلک رشوت اور حرام ہے اس کا واپس کرنا ضروری ہے جیسا کہ فقیہ ملت مولانا عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی نے اپنی مشہور کتاب '' مجموعۃ الفتاوی'' میں وضاحت فرمائی ہے۔فتوی مع استفتاء پیش ہے۔

سوال: ان دراہم ودنانیر کا کیا حکم ہے جولڑکے والے لڑکی والوں سے قبل نکاح کے نسبت کے وقت لیتے ہیں جیسا کہ اکثر بلاد ہند میں رائج ہے؟

جواب: درمختار میں ہے کہ '' أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج ان يسترده لأنه رشوة''(۱)

لڑکی والوں نے کچھ لیا ہوتو زوج کو واپس لے لینا چاہیے۔ کیونکہ وہ رشوت ہے،اور ردالمحتار میں عند التسليم کے تحت لکھا ہے کہ '' أي بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئاً وكذا لوأبى أن يزوجها فللزوج الاسترداد قائماً أو هالكاً لأنه رشوة ''(۲)

''یعنی رخصتی کے وقت بھائی یا کسی اور نے بغیر کچھ لیے ہوئے رخصت

(۱) ردالمحتار ج ۲ ص ۳۶۶
(۲) ردالمحتار ج ۲ ص ۳۶۶

کرنے سے انکار کیا یا اسی طرح اگر شادی سے انکار کیا تو زوج کو وہ مال (اگر دیا ہو) واپس لے لینا چاہیے خواہ وہ مال موجود ہو یا ہلاک ہو گیا ہو۔ کیونکہ وہ رشوت ہے، اسی کتاب کے باب الحظر میں ہے: " ومن السحت ما يأخذ الصهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه " (۱)

جو سسر داماد سے اس کی رضامندی سے وصول کرتا ہے وہ کسب حرام ہے، پس جو زوج لڑکی والوں سے قبل شادی کے لے اسے تو بدرجہ اولی واپس لے لینا چاہیے۔ کیونکہ یہ رشوت ہے۔ جیسا کہ ردالمختار باب الهبة میں ہے: "جعلت المال على نفسها عوضاً عن النكاح وفى النكاح العوض لايكون على المرأة" (۲)

"جو مال عورت اپنے نکاح کے عوض میں دے وہ مال ضائع ہے، کیونکہ نکاح میں عوض عورت کے ذمہ نہیں ہوتا"، ہمارے ملک کے لوگ اپنی زبان میں اس روپیہ کو "کنکور" کہتے ہیں، جسکا عربی ترجمہ رشوت ہے۔ تو اس کا واپس لے لینا ضروری ہے، خواہ موجود ہو یا ہلاک ہو گیا ہو، کیونکہ رشوت پر قبضے سے ملک ثابت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ درمختار میں ہے:

" فالرشوة يحرم اعطاؤها وأخذها "رشوت کا دینا اور لینا دونوں حرام ہے۔" والله أعلم كتبه أفقر العباد الى الله شيخ يوسف بن قادر احمد عفى عنه، صح الجواب، والله أعلم بالصواب، حرره الراجى عفو ربه القوى أبوالحسنات محمد عبد الحى تجاوز الله عن ذنبه الجلى والخفى " (۳)

الغرض تلک رشوت ہے، رشوت لینے اور دینے والے اور واسطہ بننے والوں پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے، ارشاد نبوی ہے: "لعن الله الراشى

(۱) ردالمختار ج۵ص۲۷۲
(۲) ردالمختار ج ۴ ص ۵۱۶ باب الرجوع فی الھبۃ
(۳) مجموعۃ الفتاوی (اردو) ج ۲ ص ۳۷

والمرتشي والرائش " (۱)

رشوت کی تعریف اور اس کا حکم:

رشوت کی تعریف ہی یہ ہے کہ "أخذ المال علی ترک ما یجب علی الآخذ فعله أو فعل ما یجب علیه ترکه " (۲) یعنی "جس کام کا نہ کرنا ضروری ہو اس کے کرنے پر یا جس کا کرنا ضروری ہو اس کے نہ کرنے پر مال لینا"۔

علامہ شامی نے رشوت کی حقیقت یوں ظاہر کی ہے کہ " الرشوة بالكسر ما يعطيه الشخص الحاكم وغيره ليحكم له أو يحمله علی ما یرید " (۳) یعنی رشوت وہ ہے جس کو آدمی ، حاکم یا اس کے علاوہ کو دیتا ہے تا کہ وہ اس (رشوت دینے والے) کے حق میں فیصلہ کرے یا وہ (رشوت دینے والا) اس کو اپنی خواہش کی تکمیل پر آمادہ کردے "۔

رشوت کا واپس کرنا ضروری ہے، کوئی شخص رشوت کا مالک نہیں ہوتا ، جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی نے اپنی مشہور کتاب "ردالمحتار" میں "قنیہ" کے حوالہ سے اس بات کی صراحت کی ہے۔ " وفي القنية الرشوة یجب ردها ولا تملک " (۴) یعنی اس کا واپس کرنا ضروری ہے ، کوئی اس کا مالک نہیں ہوسکتا۔

علامہ شامی نے اس عبارت سے قبل رشوت کی تعریف اور اس کے اقسام پر مفصل بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

الرشوة أربعة أقسام منها ما هو حرام علی الآخذ والمعطی

---

(۱) رواہ احمد بن منیع عن ابن عمر وسندہ حسن کشف الخفاء ومزیل الباس لاسماعیل بن محمد العجلونی ج۲ص۱۸۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

(۲) تفسیر البحر المحیط لمحمد بن یوسف الشہیر بأبی حیان الأندلسی ج۵ص۵۳۳، دارالفکر، بیروت

(۳) ردالمحتار ج ۴ ص ۳۰۳

(۴) ردالمحتار ج ۴ ص ۳۰۴

وهو الرشوة على تقليد القضاء والامارة، الثانی، ارتشاء القاضی ليحكم وهو كذلک ولوالقضاء بحق لأنه واجب عليه ، الثالث، أخذ المال ليسوى أمره عند السلطان دفعا للضرر أو جلبا للنفع وهو حرام على الآخذ فقط... الرابع. مايدفع لدفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه أو ماله حلال للدافع حرام على الآخذ لان دفع الضرر عن المسلم واجب ولا يجوز اخذ المال ليفعل الواجب. (۱)

ترجمہ:۔ ''رشوت کی چار قسمیں ہیں جن میں پہلی قسم یہ ہے کہ عہدہ قضاء اور منصب امارت کے لیے رشوت دی جائے یہ رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر حرام ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ قاضی کو رشوت دی جائے تا کہ وہ (رشوت دینے والے کی خواہش کے مطابق) فیصلہ کر دے۔ اگر اس نے حق کے مطابق بھی فیصلہ کیا تو ایسا کرنا اس کی ذمہ داری تھی۔ تیسری قسم یہ ہے کہ کوئی کسی سے مال لے تا کہ وہ اس کے معاملے کو سلطان تک پہنچا دے۔ ضرر کو دور کرنے یا نفع حاصل کرنے کے لیے تو صرف رشوت لینے والے پر حرام ہے (دینے والے پر حرام نہیں ہے)''

چوتھی قسم یہ ہے کہ مال وجان کے سلسلے میں ڈر وخوف کو دور کرنے کے لیے رشوت دے اور یہ دینے والے کے لیے حلال ہے اور لینے والے کے لیے حرام ہے۔ اس لیے کہ تکلیف کو دور کرنا واجب ہے اور واجب کو انجام دینے میں مال کا لینا جائز نہیں۔''

ان اقسام کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ رشوت لینا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے۔ البتہ چند مجبوری کی حالتیں ایسی ہیں جن میں رشوت دینا جائز ہے لڑکی کے اولیاء نے حتی المقدور اس بات کی سعی و کوشش کی کہ تلک (نقد رقم) کے بغیر فریضہ نکاح کی تکمیل ہو جائے لیکن ساری کوششیں ناکام ہو جائیں تو اضطراری حالت میں تلک کا دینا جائز ہوگا۔

☆

(۱) ردالمحتار ج ۴ ص ۳۰۴

لڑکی یا اس کے اولیاء سے جهیز کا مطالبه ناجائز هے

لڑکا یا اس کے والدین کی جانب سے لڑکی یا اس کے اولیاء سے سامانِ جہیز کا مطالبہ کرنا ناجائز ہے، لڑکی یا اس کے اولیاء کی جانب سے جو کچھ دیا جائے گا وہ رشوت ہوگا، جس کی واپسی ضروری ہوگی، ابن حزم اندلسی اپنی کتاب ''المحلی'' میں لکھتے ہیں " ولایجوز أن تجبر المرأة علی أن یتجهز الیه بشئ أصلاً، لا من صداقها الذی أصدقها، ولا من غیره من سائر مالها، والصداق کله لها تفعل فیه کله ماشاءت، لا اذن للزوج فی ذٰلک ولا اعتراض وهو قول أبی حنیفة والشافعی وأبی سلیمان وغیرهم (۱)

ترجمہ: ''عورت کو اس بات پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ خاوند کے پاس جہیز لائے، نہ ہی اس مہر کی رقم سے جو خاوند نے اسے دی ہے، نہ اس کے دوسرے اموال سے، کل مہر اس کی ملکیت ہے، اس میں جو چاہے کرے، شوہر کو اس میں کسی قسم کے دخل دینے کا حق نہیں۔ یہ قول امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور ابوسلیمان وغیرہ کا ہے''۔

الاحکام الشرعیہ میں اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے:

لیس المال بمقصود فی النکاح فلا تجبر المرأة علی تجهیز نفسها من مهرها ولا من غیره ولا یجبر أبوها علی تجهیزها من ماله فلو زفت بجهاز قلیل لا یلیق بالمهر الذی دفعه

(۱) المحلی لابن حزم اندلسی ج ۹ ص ۱۰۸

الزوج أو بلا جهاز أصلاً فليس له مطالبتها ولا مطالبة ابيها بشئ منه ولا ينقص شئ من مقدار المهر الذى تراضيا عليه(۱)

ترجمہ: '' نکاح میں مال مقصود نہیں، لہٰذا عورت کو اپنے مہر کی رقم یا کسی دوسری رقم سے اپنے لیے سامانِ جہیز لانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ہی اس کے والد کو مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مال سے جہیز دے، اگر عورت اتنا کم جہیز لائے کہ وہ اس مہر کی مقدار کے شایانِ شان نہ ہو جو شوہر نے اس کو دی ہے یا سرے سے جہیز نہیں لائے تب بھی شوہر کو اس بات کا حق نہیں ہے کہ وہ اس سے یا اس کے والد سے جہیز میں سے کسی چیز کا مطالبہ کرے، اور مہر کی مقدار سے کچھ بھی کمی نہیں کی جا سکتی ہے جس پر فریقین راضی ہو چکے ہیں ''۔

ردالمحتار کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ شریعت نے عورت پر نکاح کا کوئی مالی عوض عائد نہیں کیا ہے۔ اگر عورت اپنے اوپر کوئی مالی ذمہ داری قبول کرے تب بھی اس کا پورا کرنا ضروری نہیں۔ جملہ مالی اخراجات کا ذمہ دار مرد ہے، اس کی مردانگی وغیرت کے خلاف ہے کہ وہ صنف نازک سے کسی چیز کا مطالبہ کرے۔

'' المرأة اذا أرادت أن يتزوجها الذى طلقها فقال المطلق لا أتزوجک حتى تهبينى ما لک علیّ فوهبت مهرها الذى عليه على أن يتزوجها ثم أبى أن يتزوجها قالوا مهرها الذى عليه على حاله تزوجها أو لم يتزوجها لأنها جعلت المال على نفسها عوضاً عن النكاح وفى النكاح العوض لا يكون على المرأة . خانية ، وأفتى فى الخيرية بذلک ''(۲)

ترجمہ ''عورت اس شخص سے شادی کرنا چاہتی ہے جس نے اس کو طلاق د

(۱) الاحکام الشرعیۃ فی الاحوال الشخصیۃ علی مذھب أبی حنیفۃ ص ۳۹
نیز ملاحظہ ہو: کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ ج۴ ص۱۷۶
(۲) ردالمحتار ج ۴ ص ۵۱۶

دیدی، طلاق دینے والے نے کہا کہ تم سے اس وقت تک شادی نہیں کرسکتا یہاں تک کہ تم مجھ پر عائد ہونے والے حق کو ہبہ کردو، عورت نے اپنا مہر جو اس پر تھا اس شرط کے ساتھ ہبہ کردیا کہ وہ اس سے شادی کرلے تو پھر مرد نے اس سے شادی کرنے سے انکار کردیا۔ اس سلسلے میں فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مہر علی حالہ اس مرد پر لازم ہے چاہے شادی کرے یا نہ کرے۔ اس لیے کہ اس نے مال کو اپنے نفس پر نکاح کا عوض بنایا۔ اور نکاح میں عوض عورت کے ذمہ نہیں ہوتا''۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ لڑکی یا اس کے اولیاء سے جہیز کا مطالبہ ناجائز ہے۔ فقہاء نے تلک وجہیز کو رشوت قرار دیا ہے اور اس کی واپسی کا حکم دیا ہے۔

حرام مال دونوں جہاں کے لیے مہلک :

تلک وجہیز سے ملنے والا مال اسی طرح حرام ہے جس طرح سود کا لینا دینا حرام ہے، اس میں کسی طرح کا تعاون کرنا بھی حرام ہے، قرآن مجید میں متعدد مقام پر ربا وسحت کی وجہ سے یہود کی سخت انداز میں مذمت کی گئی ہے اور مستحق عذاب قرار دیا گیا ہے۔ سورہ نساء میں ہے:

فبظلم من الذين هادوا حرمنا عليهم طيبٰت أحلت لهم وبصدّهم عن سبيل الله كثيرا . وأخذ هم الربوٰا وقد نهوا عنه و أكلهم اموال الناس بالباطل ، واعتدنا للكافرين منهم عذابا اليما. (١)

سو یہود کے انہی بڑے بڑے جرائم کے سبب ہم نے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو ان کے لیے حلال تھیں ان پر حرام کردیں، اور بسبب اس کے کہ وہ بہت آدمیوں کے لیے اللہ تعالی کی راہ سے مانع بن جاتے ہیں۔ اور بسبب

(١) سورۃ نساء: ١٦١

اس کے کہ وہ سود لیا کرتے تھے۔ حالانکہ ان کو اس کی ممانعت کی گئی تھی اور بسبب اس کے کہ وہ لوگوں کے مال ناحق طریقہ سے کھا جاتے تھے۔ اور ہم نے ان لوگوں کے لیے جو ان میں کافر ہیں دردناک سزا کا سامان کر رکھا ہے۔

سورہ مائدہ میں ہے:

سمٰعون للكذب اَكّٰلُون للسحت (۱)

یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں بڑے حرام کھانے والے ہیں۔

وترى كثيراً منهم يسارعون فى الاثم والعدوان وأكلهم السحت، لبئس ماكانوا يعملون، لو لا ينهٰهم الربانيون والأحبار عن قولهم الاثم وأكلهم السحت، لبئس ماكانوا يصنعون. (۲)

اور آپ ان میں بہت آدمی ایسے دیکھتے ہیں جو دوڑ دوڑ کر گناہ اور ظلم اور حرام کھانے پر گرتے ہیں۔ واقعی ان کے یہ کام (بہت) برے ہیں۔ ان کو مشائخ علماء گناہ کی بات کہنے اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے، واقعی ان کی یہ عادت بری ہے۔

حرام مال استعمال کرنے والے پر جنت حرام ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''**عن جابر قال قال رسول الله ﷺ لا يدخل الجنة لحم نبت من السحت وكل لحم نبت من السحت كانت النار أولى به، رواه أحمد و الدارمى والبيهقى فى شعب الايمان** (۳)

ترجمہ: ''حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حرام مال سے پلا ہوا بدن جنت میں داخل نہیں ہوگا اور ہر حرام مال سے پرورده بدن کے لیے جہنم کی آگ زیادہ مناسب ہے''۔

اور یہ حدیث بھی حرام مال کے متلاشی کے لیے جنت کے حرام ہونے پر

(۱) مائدہ ۴۲ (۲) مائدہ ۶۲۔۶۳

(۳) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۶ ص ۴۳ باب الکسب وطلب الحلال

دال ہے " عن أبی بکر أن رسول الله ﷺ قال لا یدخل الجنة جسد غذی بالحرام "رواه البیهقی فی شعب الایمان . (۱)
ترجمہ: " ابوبکر راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حرام مال سے پلا ہوا جسم جنت میں نہیں جائے گا۔

آج ہماری نماز و دعا میں وہ اثر نہیں جو صحابہ کرام اور ہمارے اسلاف کی نماز اور دعا میں تھا۔ کہیں اس کی وجہ یہی تو نہیں۔

" عن ابن عمرؓ قال : من اشتری ثوبا بعشرة دراهم وفیه درهم حرام لم یقبل الله صلاة ما دام علیه ، ثم أدخل اصبعیه فی أذنه و قال صمتا ان لم یکن النبی ﷺ سمعته یقوله " رواه احمد والبیهقی فی شعب الایمان (۲)
ترجمہ: "ابن عمر نے فرمایا: اگر کسی نے کوئی کپڑا دس درہم میں خریدا اس میں ایک درہم بھی حرام مال کا ہے تو اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوگی جب تک وہ کپڑا جسم پر ہے، پھر انہوں نے اپنی انگلیوں کو کان میں ڈال کر فرمایا میں بہرہ ہو جاؤں اگر میں نے نبی کریم ﷺ کو ایسا کہتے ہوئے نہ سنا ہو"۔

حالت سفر کی دعا بارگاہ رب العزت میں شرف قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔ لیکن اس کا کھانا پینا اور لباس حرام کمائی کا ہو تو اس شخص کے بارے میں ارشاد نبوی ہے۔

"........... ثم ذکر الرجل یطیل السفر أشعث أغبر یمد یده الی السماء یا رب یارب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذی بالحرام فأنی یستجاب لذلک (۳)

(۱) مرقاۃ ج ٦ ص ۵۰
(۲) مرقاۃ ج ٦ ص۵۱-۵۰
(۱) صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲٦

’’............پھر آپ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر میں ہونے کی وجہ سے پراگندہ حال اور خستہ حال ہے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر یارب یارب کہہ رہا ہے جب کہ اس کا کھانا، پینا، لباس اور غذا حرام ہے تو بھلا ان حالات میں اس کی دعا کیوں کر قبول ہو؟

الغرض تلک وجہیز کی صورت میں ملنے والا مال حرام ہے۔ جس کا واپس کرنا ضروری ہے۔ ورنہ دونوں جہاں کی ناکامی وپشیمانی کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے۔ مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے، کیا ہم اس دارِ فانی کی چند روزہ لذت کے مقابلہ میں جہنم کے عذاب کو ترجیح دیں گے۔ **أعاذنا الله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا** اس تلک وجہیز کی وجہ سے ہمارا معاشرہ جن مصائب وآلام، اخلاقی بے راہ روی، طلاق بازی، خودکشی، قتل وخونریزی، خودسوزی اور بے چینی وخلفشار سے دوچار ہے ان سے ہم اچھی طرح واقف ہیں۔ اور اس کی وجہ سے نافرمان اولاد کی پیدائش اور ایسے حرام مال کا کسی نہ کسی بہانے ختم ہو جانے کا مشاہدہ ہر ذی شعور کی آنکھیں مسلسل کرتی رہتی ہیں۔

☆

باب دوم

مستند مراکز افتاء کے فتاویٰ اور اسلامک فقہ اکیڈمی کا فیصلہ

جہیز ایک ناسور کے عنوان سے ماہنامہ ''ہدایت'' جے پور (نومبر ۹۹ تا جولائی ۲۰۰۰ء) میں شائع ہونے والے مضامین کو توقع سے زیادہ مقبولیت ملی۔ اہل علم نے بنظر استحسان دیکھا اور انہوں نے چند مفید مشورے دیے جن میں ایک مشورہ مستند دارالافتاء میں ایک سوال نامہ مرتب کر کے ارسال کرنے کا تھا، لہذا میں نے مندرجہ ذیل سوال نامہ کی کئی کاپیاں تیار کر کے حسب سہولت مختلف تاریخوں میں مستند مراکز افتاء میں ارسال کیں۔ ان میں سے اکثر نے اپنے فتاویٰ عنایت فرمائے جو میرے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء، جتنے فتاویٰ آچکے ہیں انہیں افادۂ عام کی خاطر پیش کیا جارہا ہے اس کے ساتھ ہی فقہ اکیڈمی انڈیا کا وہ فیصلہ بھی شامل کیا جارہا ہے، جس کو اسلامک فقہ اکیڈمی کے تیرہویں فقہی سیمینار میں شریک تمام مکاتب فکر کے ایک سو سے زائد ممتاز علماء و مفتیان کرام کی تائید و تصدیق حاصل ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں؟ آج پورا ہندوستان تلک و جہیز کی آگ میں جل رہا ہے اس کی وجہ سے بے شمار عورتیں جل کر خاکستر ہو چکی ہیں اور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے معاشرہ کا سکون و اطمینان درہم برہم ہو چکا ہے۔ اس تلک و جہیز کی وجہ سے لڑکی کے والدین رشوت لینے، غذائی اشیاء میں مضر صحت ملاوٹ کرنے، ذخیرہ اندوزی کرنے اور نہیں معلوم کن کن حربوں سے دولت جمع کرتے ہیں۔ کبھی سودی قرض لیتے ہیں تو کبھی اپنے واحد مکان کو بیچ کر کرایہ کے مکان میں رہنے پر

مجبور ہو جاتے ہیں۔

دوسری جانب لڑکیاں والدین کی پریشانی اور کشمکش کی زندگی کو دیکھ کر موت کو زندگی پر ترجیح دے رہی ہیں۔اس لعنت کی وجہ سے کتنی خوبصورت و خوب سیرت اور زیورِ علم سے آراستہ لڑکیاں کنواری بیٹھی ہیں، اس کی وجہ سے طلاق ،خودکشی ،خودسوزی، کسی کے ساتھ راہ فرار اختیار کرنے اور غلط طریقے سے اپنی جوانی کی پیاس بجھانے کے واقعات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

ان حالات میں مسلمانوں کی ذمہ داری تھی کہ وہ اس لعنت سے خود بچتے اور ہندوستانی سماج کو بھی اس سے بچانے کی انتھک سعی و کوشش کرتے ،لیکن افسوس صد افسوس کہ ہمارا معاشرہ بھی اس لعنت سے محفوظ نہیں ہے۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد دریافت طلب امور یہ ہیں کہ:

(۱) کیا شریعت اسلامیہ میں تلک وجہیز کا کوئی ثبوت موجود ہے؟

(۲) کچھ لوگ جہیز کو سنت نبوی قرار دیتے ہوئے یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو جہیز دیا تھا، ان کا یہ موقف کس حد تک درست ہے؟

(۳) کیا تلک وجہیز یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا مطالبہ کرنا جائز ہے؟

(۴) شریعت اسلامیہ تلک وجہیز سے حاصل شدہ مال و دولت اور ساز و سامان کے استعمال کے سلسلہ میں کیا حکم دیتی ہے، جبکہ مطالبہ کے بعد حاصل ہو؟ مفصل و مدلل جواب عنایت فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

فقط والسلام

طالبِ دعا:

محمد شمشاد ندوی

جامعۃ الہدایۃ، جے پور

۱۹/۶/۲۰۰۰ء

دارالعلوم دیوبند کا فتوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۷۹ الجواب:

مروجہ جہیز وتلک شرعاً ممنوع ہے اوراس کی بہت سی قباحتوں میں سے ایک بڑی قباحت اور وبال اس کا وہ بھی ہے جس کا آپ نے سوال میں ذکر کیا رسول اللہ ﷺ نے جو چند چیزیں سادگی کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کو بعنوان جہیز عطا فرمائیں، ان سے لوگوں کا غلط استدلال قابل افسوس اور مزاج شریعت اوراس کے منشا کی غلط تعبیر ہے۔ واللہ اعلم

کفیل الرحمٰن نشاط

نائب مفتی/دارالعلوم دیوبند

۱۴۲۱/۴/۲۲ھ

الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ محمد ظفیر الدین غفرلہ محمد عبداللہ

امارت شرعیہ بھار واڑیسہ کا فتوی

۱۷۴۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق

کسی کا مال غلط اورخلاف شرع طریقوں سے لینا اوراس کو استعمال میں لانا شرعاً حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ يأيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل الا أن تكون تجارة عن تراض منكم ﴾ (سورۃ نساء آیت ۲۹)

"اے ایمان والو! تم ایک دوسرے کے مال کو غلط اور ناجائز طریقوں

سے مت کھاؤ الا یہ کہ کوئی شرعی طریقہ اختیا کرو‘‘۔مثلاً یہ کہ باہمی رضامندی سے بیع وشراء کا معاملہ کرو۔حدیث شریف میں ہے ’’**لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منه**‘‘(الحدیث) کسی مسلمان کا مال اس کی اجازت ورضامندی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے صراحۃً مطالبے کے ساتھ جہیز لینے کورشوت اورحرام قراردیاہے چنانچہ آج سے قبل یہ رواج تھا کہ لڑکی والے لڑکے والوں سے اپنی لڑکی کی رخصتی کے وقت کچھ نقد رقم لیتے تھے جس کو اس زمانے کے علماء وفقہاء نے رشوت و حرام قرار دیا۔جیسا کہ فقہ وفتاویٰ کی شہرۂ آفاق اور مستند کتاب’’درمختاراور عالمگیری میں ہے

’’ **و لوأ خذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه رشوة** ‘‘

(الدر المختار علی ھامش ردالمختار، ج ۲ ص ۳۶۶، الفتاویٰ الھندیۃ، ج ۱ ص ۳۲۷)

علامہ شامی نے اس کو’’سحت‘‘یعنی حرام قرار دیا ہے ۔’’**ومن السحت مايأخذه الصهر من الختن بسبب بنته بطيب نفس منه حتىٰ لو كان بطلبه يرجع الختن به ، المجتبىٰ** ‘‘

(شامی ج ۵ ص ۲۷۲ .کتاب الحظر والاباحۃ)

اس طرح کے متعدد جزئیات کتب فقہ میں صراحۃً مذکور ہیں۔

اب جبکہ حالات بدلے اورلڑکے والوں نےلڑکی والوں سے جہیز لینا شروع کردیا تواس زمانے کے علماء ومفتیان کرام اورقاضی حضرات نے اس کو رشوت اورحرام ہونے کا فتویٰ اور فیصلہ دیا۔اوراس کی حرمت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ:

مطالبہ کرکے جہیز اور نقد رقم لینا شرعاً رشوت اور حرام ہے نقد رقم اور سامان جہیز لینے والے اس کے مالک نہیں ہونگے جب تک اشیاء مجہوزہ کا استعمال کریں گے ایک ناجائز اورحرام چیز کا استعمال ہوگا،ان پر اشیاء مجہوزہ

اور نقد رقم کی واپسی لازم ہے اس لیے کہ وہ رشوت ہے اور رشوت کی واپسی لازم ہے۔ ''الرشوۃ یجب ردھا ولا تملک''

(شامی ج ۴، ص ۳۰۴۔ کتاب القضاۃ)

چونکہ اس زمانہ میں سامان جہیز اور نقد رقم لڑکی والوں سے لینا عام ہو گیا ہے اور عرف بن چکا ہے اور شریعت میں یہ ضابطہ اپنی جگہ پر مسلم ہے۔ ''المعروف کالمشروط'' یعنی کہیں پر کچھ لینا اور دینا عرف بن جائے تو اس کو بغیر کسی شرط اور مطالبہ کے لینا ایسا ہی ہے جیسا کہ شرط لگا کر اور مطالبہ کر کے لینا، جس طرح شرط لگا کر اور مطالبہ کر کے لینا حرام ہے اسی طرح بغیر شرط لگائے ہوئے اور مطالبہ کیے ہوئے لینا بھی حرام ہے۔ اس لیے اس دور میں بغیر مطالبہ کے جہیز اور نقد رقم لینا بھی شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ ''زرقانی شرح مواھب الرحمٰن'' میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ کو سامان جہیز اپنی طرف سے نہیں دیا تھا بلکہ حضرت علیؓ نے مہر میں جوزرہ رکھی تھی اس کو فروخت کروا کے سامان جہیز تیار کروایا تھا۔ اور وہ بھی ضرورۃً تھا۔

''فبعتهامن عثمان بن عفان بأربعمائة و ثمانين درهماً.ثم ان عثمان رد الدرع الیٰ علی فجاء بالدرع والدرهم الی المصطفیٰ ﷺ فدعالعثمان رضی الله عنه دعوات كثيرة ، فجئته بها فوضعتها فی حجره فقبض منها قبضة .. .. فقال أی بلال..........ابتع بها لنا طيباً......و فی رواية ابن خيثمة عن علی أمر ﷺ أن يجعل ثلث..فی الطيب...و وقع عند ابن مسعود و ابی يعلیٰ بسند ضعيف عن علی فقال اجعلوا ثلثين فی الطيب و ثلثاً فی الثياب و أمرهم أن يجهزوها فجعل لهاسرير مشروط ای مجعول فيه شرائط ای حبال ووسادة من أدم حشوها

لیف،الخ“

(زرقانی شرح مواہب ،ج۲ص۴۰۳.للامام محمد بن عبدالباقی الزرقانی،شارح المواہب اللدنیة للعلامة القسطلانی ، الطبعة الاولیٰ بالمطبعة الازهرية المصرية سنة ۱۳۲۵ھ۔

لہذا حضرت فاطمہ کے جہیز سے جہیز کی سنیت پر استدلال صحیح نہیں ہے۔فقط

واللہ تعالیٰ اعلم
محمد جنید عالم ندوی قاسمی
۲۶/جمادی الاخری ۱۴۲۱ھ
دارالافتاءامارت شرعیہ بہار واڑیسہ
پھلواری شریف، پٹنہ

الجواب صحیح
سہیل احمد قاسمی
۲۶/جمادی الاخری ۱۴۲۱ھ

مظاہر العلوم سہارن پور کا فتوی

۹۱ باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب و باللہ التوفیق

نکاح ایک خوشی کا موقع ہے ،لیکن اسلام میں کوئی خوشی احساس ذمہ داری سے خالی نہیں ،ایسا نہ ہو کہ نکاح ایک کے لیے سامان راحت ہو،اور دوسرے کے لیے موجب مصیبت۔

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو پسند فرمایا ہے جو معاشی و معاشرتی حیثیت سے پریشان کن نہ ہو،اور جس میں کم سے کم بار ہو۔ارشاد گرامی ہے”ان اعظم النكاح بركة أيسره مؤونة “۔”یعنی جس نکاح میں جتنا خرچ کم ہے اتنا ہی وہ برکت والا ہے“۔موجودہ زمانہ میں جہیز وتلک نے نکاح کی تقریب کو مصیبت کدہ بنا دیا ہے مسلمانوں کے بے شمار گھرانے اس مصیبت میں مبتلا ہیں، کتنی لڑکیوں کی عمر بلا نکاح کے محض اس

لیے گزر جاتی ہے کہ رسم ورواج کے مطابق جہیز کے مطالبات کو پورا کرنے کے لیے ان کے سرپرستان کے پاس ذرائع نہیں ہوتے۔اس لیے بہت سے لوگ جائز و ناجائز کا خیال کیے بغیر دولت جمع کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔بہت سے لوگ سودی قرض میں مبتلا ہوکر اپنی املاک و جائیداد سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں ایسے مفاسد پر مشتمل رسم کی اجازت اسلام نے ہرگز نہیں دی ہے یہ قبیح رسم ہندوؤں کے اثر سے بتدریج پیدا ہوئی ہے۔

لڑکی کو اس کے میکہ والے حسب وسعت بطور تحفہ وعطیہ ضرورت کی کچھ اشیاء دیدیں تو یہ جائز ہے،حضور اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو ضرورت کی بعض چیزیں عطا فرمائی تھیں(سیرت المصطفیٰ ۱۷۲/۲)بحوالہ مسند احمد

مگر موجودہ زمانے میں بڑا جہیز دینے کا اور اس کے مطالبہ کا جو رواج ہوگیا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے،اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے،جس شخص کے پاس ایک دن کی بھی خوراک موجود ہے اس کا کسی سے سوال کرنا حرام ہے،اب نمبروار جواب ملاحظہ ہو۔

(۱) موجودہ جہیز وتلک کا ثبوت شریعت اسلامیہ میں نہیں ہے،جہیز و تلک کا مطالبہ رشوت ہے جو شرعاً حرام ہے(۲)بقدر وسعت ضرورت کی چیز دینا جائز ہے،مروجہ جہیز خلاف شرع ہے،حضور اکرم ﷺ کے عمل سے اس کا ثبوت نہیں ہوتا،لہذا یہ استدلال غلط ہے (۳)مطالبہ کرنا سخت حرام ہے(۴)جو مال محض مطالبہ کی بنیاد پر دیا گیا ہے،برضا ورغبت نہیں دیا اس کا استعمال درست نہیں اس کو واپس کرنا ضروری ہے ''لایحل مال امرئ مسلم الا بطیبة نفس منه''(الحدیث) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	حررہ
العبد محمد اسرار	مقصود علی	العبد محمد طاہر عفا اللہ عنہ
	۱۲/۲/۱۴۲۲ھ	مظاہر علوم سہارنپور
		۱۰/۲/۱۴۲۲ھ

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا فتوی

۱۴۵۷۹/۱۲۰۱۷ هو الصواب

(۱) شریعت اسلامی میں موجودہ دور کے جہیز وتلک کا کوئی ثبوت نہیں ہے،البتہ اگر والدین اپنی لڑکی کو بوقت رخصتی کچھ ساتھ دیکر رخصت کریں تو یہ شرعا ممنوع نہیں ہے (۲) چونکہ آپ ﷺ حضرت علی کے بھی سرپرست تھے اس لیے آپ ﷺ نے ان کا گھر آباد کرنے کے لیے کچھ گھریلو سامان حضرت فاطمہؓ کو دیا تھا، کچھ لوگ غلط فہمی سے اسے مروجہ رسمی جہیز کی طرح سمجھتے ہیں ۔ (۳) تلک وجہیز کا مطالبہ شرعا حرام ہے،علامہ شامیؒ نے لکھا ہے" اذا أخذ أهل المرأة شيأً عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه رشوة "رد المحتار ۳۶۶/۲۔ جب لڑکی والے کی طرف سے لڑکے سے رقم لینا جائز نہیں ہے تو لڑکی والوں سے لینا بدرجہ اولی درست نہ ہوگا اور یہ بھی رشوت کے حکم میں ہوگا جس کا لوٹانا لازم ہے۔(۴) ایسے سامان کو واپس کرنا ضروری ہے "والرشوة يجب ردها و لا تملك" (ردالمحتار ۳۰۴/۲)

جواب صحیح ہے

ناصر علی	محمد ظفر عالم ندوی
دارالافتاء ندوۃ العلماء لکھنؤ	دارالافتاء ندوۃ العلماء لکھنؤ
۱۴۲۲/۲/۱۱ھ	۱۴۲۲/۲/۱۱ھ

جامعة الفلاح بلریا گنج کا فتوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:

(۱) مروجہ جہیز یا تلک کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے، بلکہ یہ ہندوؤں کی تقلید ہے، شریعت اسلامیہ نکاح سے متعلق تمام خرچ کا ذمہ دار مرد کو قرار دیتی ہے،اوراس میں بھی کم خرچی کو پسند کیا ہے " ان اعظم النكاح بركة أيسره مؤونة"، شوہر کی

یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مہر ادا کرے اور عورت کی ضروریات زندگی کا کفیل ہو...... چونکہ ہندوؤں میں عورت کی وراثت کا کوئی تصور نہیں ہے اس لیے شادی کے موقع پر جہیز دیکر اس کی تلافی کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی چیز مسلمانوں میں بھی در آئی ہے ۔ضرورت ہے کہ وراثت کے قانون کو کتابوں تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ مسلمان اسے اپنی زندگیوں میں نافذ کریں، اور جہیز کے غیر اسلامی تصور کو ختم کریں آجکل عام طور سے جہیز کی برائی تو بیان کی جاتی ہے اور جزوی طور پر اسے ختم کرنے کی کوشش بھی ہوتی رہتی ہے مگر یہ تمام کوششیں ریت کی دیوار ثابت ہوتی ہے کیوں کہ اس کے ساتھ وراثت کو زندہ کرنے کی کوشش نہیں ہوتی ہے حالانکہ جہیز اور وراثت کی زندگی اور موت ایک دوسرے سے مربوط ہے کہ وراثت کو زندہ کرنے کی وجہ سے یہ رسم بداز خود ختم ہو جائیگی۔

(۲) حضرت فاطمہؓ کو دیا گیا سامان کسی بھی صورت میں جہیز نہیں کہا جا سکتا ہے، کیوں کہ حضرت علیؓ آپ ﷺ کے زیر پرورش تھے، اور آپ نے ان کو جو کچھ بھی دیا وہ ایک سرپرست کی حیثیت سے دیا تھا چنانچہ حضرت فاطمہؓ کے علاوہ آپ ﷺ کی متعدد صاحبزادیاں تھیں، لیکن کسی کو بھی اس طرح کا کوئی سامان نہیں دیا گیا بجز حضرت فاطمہؓ کے، حالانکہ آپ ﷺ کی یہ تعلیم ہے کہ ہبہ اور تحفہ وغیرہ میں تمام اولادوں میں برابری کرو، اور کسی کو دینا اور بعض کو محروم رکھنا بے انصافی اور ظلم ہے، کیا حضور اکرم ﷺ کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے جہیز دینے کے سلسلے میں برابری کا لحاظ نہیں رکھا، کیا حضور ﷺ کے متعلق ناانصافی کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

(۳) ناجائز اور غلط ہے، چنانچہ علامہ ابن حزم نے المحلی میں لکھا ہے۔

عورت کو جہیز کے لیے مجبور کرنا قطعی طور پر نادرست ہے۔ نہ مہر کی رقم سے اور نہ اس کے علاوہ کسی اور مال سے ص ۱۱۹

(۴) مطالبے کے بعد جہیز وتلک سے حاصل شدہ مال رشوت کے حکم میں ہے، بغیر کسی شدید مجبوری کے اسے دینا ناجائز ہے اور لینا تو بہر صورت حرام ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

ولی اللہ قاسمی

مفتی شہر جے پور کا فتویٰ

الجواب وبالله التوفيق للحق والصواب

ا۔ تلک کی رقم حاصل کرنا، جہیز کا مطالبہ اور اس طور پر دیا جانے والا جہیز اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ ہے، ممنوع ہے۔

۲۔ جہیز کی مانگ اور طلب کو سنت نبوی قرار دینا غلط ہے، صاحبزادیٔ رسول فاطمہ رضی اللہ عنہا تک نبی علیہ السلام کے ذریعہ کچھ ضروری سامان کا پہنچانا نہ تو آج کا جہیز تھا اور نہ ہی اس انداز سے ثابت ہے۔

۳۔ اس طور پر تلک و جہیز کے حاصل کرنے کو سُحت کہا جائیگا سُحت رشوت ہے، مال حرام ہے، جسے لے کر لڑکی کے رشتہ کی ضرورت و مجبوری پر اپنی حرص و لالچ کی پیاس بجھائی جاتی اور اس برے کام کو اپنا کر معصیت کارانہ عمل کیا جاتا ہے۔

”ترى كثيراً منهم يسارعون في الاثم والعدوان وأكلهم السحت لبئس ماكانوا يعملون“ (مائدہ:۶۲)

۴۔ ایسے مال و دولت کا استعمال منع ہے قرآنی حکم کی خلاف ورزی ہے۔ **”لاتاكلوا اموالكم بينكم بالباطل“ (نساء۲۹)**

احمد حسن غفرلہٗ

۲۰/ذی القعدہ الحرام ۱۴۲۳ھ

مطابق ۲۴/جنوری ۲۰۰۳ء

دار العلوم اشرفیہ، مبارکپور کا فتویٰ

باسمہ تعالیٰ والصلاۃ والسلام علی رسولہ الاعلیٰ

۱۶۸۶/۷ الجواب (ا تا ۴)

شرعِ مطہر میں تلک اور جبری جہیز کے مطالبہ کا کوئی ثبوت نہیں۔ اسے سنتِ نبوی قرار دینا جہالت ہے اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو جو کچھ دیا تھا وہ مہر کی رقم سے خریدا گیا جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح سے پہلے ہی ادا کر دیا علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ تو ان چیزوں کا سوال کیا اور نہ ہی کوئی مطالبہ، بر خلاف دورِ حاضر کے کہ آج کل لڑکا یا اس کے گھر والے شادی کرنے کے لئے نقد روپیہ اور سامان جہیز مانگتے ہیں یا گاڑی وغیرہ کا مطالبہ کرتے ہیں یہ ناجائز اور حرام ہے اس لئے کہ یہ رشوت ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے "**لو اخذ اهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة كذا في البحر الرائق**"یعنی عورت کے گھر والوں نے رخصتی کے وقت کچھ لیا تھا تو شوہر کو اس کے واپس لینے کا شرعاً حق ہے اس لئے کہ وہ رشوت ہے (ج ا ص ۳۲۷) جب لڑکے سے لینا رشوت ہے تو لڑکی سے لینا بدرجۂ اولی رشوت ہے۔ قرآن کریم کی آیت مبارکہ اَن تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ کے مطابق نکاح کے عوض مہر کی صورت میں شوہر پر مال دینا واجب ہوتا ہے مگر لڑکی یا اس کے گھر والوں پر نکاح کے عوض کوئی مال واجب نہیں ہوتا۔ لہذا نکاح پر لڑکی یا اس کے گھر والوں سے ساز و سامان کا سوال کرنا یا گاڑی یا رقوم وغیرہ کا مطالبہ کر کے وصول کرنا رشوت ہے، اور حدیث شریف میں ہے "**لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي و المرتشي**" یعنی رشوت دینے اور لینے والوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

لہذا تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت سے بچیں اور اپنی عاقبت خراب نہ کریں یعنی لڑکی والوں سے نکاح کے عوض نہ تو کسی چیز کا مطالبہ کریں اور نہ ہی کوئی چیز مانگیں یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ صراحۃً یا اِشارۃً مطالبہ کیا جائے اور اگر اپنی خوشی سے دیا جائے تو شرعاً کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ "**المعهود كالمشروط**" نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم
محمد نظام الدین الرضوی
خادم الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکفور
۲۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم
شمس الدین احمد علیمیؔ
مرکز تربیت افتاء دار العلوم امجدیہ ارشد العلوم
اوجھاگنج بستی۔ ۲۵/ جمادی الاولیٰ ۲۵ھ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم
محمد ابرار احمد امجدی برکاتی، خادم الافتاء مرکز تربیت افتاء اوجھاگنج۔ ۲۵/ جمادی الآخرہ ۲۵ھ

جامعۃ الرّشاد اعظم گڑھ کا فتوی

الجواب وباللہ التوفیق

(۱) اسلام ایک مکمل دین ہے جس نے انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی فرمائی ہے، یہاں تک کہ نکاح وشادی سے متعلق تمام احکامات ومسائل قرآن وحدیث میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، دور جاہلیت میں چونکہ عورتوں کی کوئی حیثیت انسانی معاشرہ میں نہیں تھی، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازدواجی زندگی میں عورتوں کے حقوق اور بہترین معاشرت پر انتہائی زور دیا۔ اور اپنے طرز عمل سے عورتوں کے جملہ حقوق کا تعین فرمایا، اور کوئی گوشہ نہیں چھوڑا، مگر وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں جہیز کے سلسلہ میں کوئی ہدایت نہیں ملتی ہے، اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، اور ائمہ متقدمین کی زندگی میں اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔

لیکن متأخرین فقہاء کی چند کتابوں میں کچھ جزوی احکامات ملتے ہیں، ورنہ قرآن مجید، کتب احادیث میں، فقہاء متقدمین کی کتابوں میں کہیں جہیز کا وجود نہیں ملتا، اگر یہ کوئی شرعی کام ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ جہاں نکاح سے متعلق دیگر احکامات مثلاً نان نفقہ، مہر، حسن معاشرت، طلاق اور عدت وغیرہ تفصیلاً بیان ہوئے ہیں وہاں جہیز کا بیان کیوں نظر نہیں آتا۔

مروجہ جہیز ایک رسم اور غیر مسلموں کی نقل:

مروجہ جہیز محض ایک غیر شرعی رسم ہے، گھر کا ضروری سامان مہیا کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ برادر وطن سے جس طرح اور بہت سی قبیح وخطرناک رسمیں لے لی گئی ہیں، انہی رسومات میں سے ایک رسم مروجہ جہیز کی ہے، ہندو چونکہ لڑکیوں کو اپنی جائداد میں حصّہ نہیں دیتے ہیں، اس لئے شادی کے وقت اکھٹا ہی جو کچھ میسر ہوسکا ''جہیز'' کے نام سے لڑکی کو حوالہ کر دیا کرتے ہیں۔ ہندوؤں کی دیکھا دیکھی آہستہ آہستہ یہ رسم مسلمانوں میں بھی جڑ پکڑنے لگی، حتیٰ کہ شادی کا ''جزء لاینفک'' بن گئی اور غریب والدین کے لئے مستقل دردسر بن گئی۔ جس نے اب آسان دین کے آسان احکام میں اتنی تنگی پیدا کردی ہے کہ بظاہر اس سے چھٹکارے کی کوئی صورت ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے اور ہندوؤں کے اثر سے لڑکی کو وراثت دینے کا حکم بھی عملاً ختم ہوگیا ہے۔

عصر حاضر کے مشہور فقیہ شیخ محمد ابوزھرہ ''متاع البیت'' کے عنوان سے فقہاء حنفیہ کی رائے بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں۔**و لیس ثمه من مصادر الشریعة ما یجعل المتاع حقاً علی المرأة ولا یثبت حق من حقوق الزواج من غیر دلیل** (الاحوال الشخصیة: ۲۳۸ طبع دار الفکر العربی ۱۹۷۷ء)

ترجمہ:۔''مصادر شریعت میں سے کوئی ایسی دلیل نہیں جس کی بنیاد پر گھریلو سامان کی تیاری عورت کا حق قرار دیا جا سکے۔اور بغیر کسی دلیل کے کبھی کوئی حق ثابت نہیں ہوتا''۔

حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی میں ایک واقعہ مذکور ہے، جو سب کے لئے سبق آموز ہے۔جس کا ماحصل یہ ہے کہ مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب کے پاس ایک آدمی آیا جایا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ کئی دن غائب رہا، اور کافی عرصہ کے بعد آیا تو حضرت نے غائب ہونے کی وجہ دریافت کی اس نے بتایا کہ اس کی بیوی فوت ہوگئی تھی لہذا مصروف رہا، حضرت سعید نے اس سے پوچھا کیا تو نے کوئی دوسری شادی کر لی ہے؟ اس نے بتایا کہ میں فقیر آدمی ہوں، مجھے کون رشتہ دے گا۔حضرت سعید نے دو درہم مہر کے عوض وہیں اس کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دیا، وہ آدمی جب گھر چلا گیا تو شام کو خود اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑا۔اور اس کے گھر چھوڑ آئے (ابونعیم حلیۃ الاولیاء: ج ۲ ص ۱۶۷۔۱۶۸)

اس واقعہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ موقع پر جہیز دینے کی رسم تابعین کے وقت میں بالکل نہیں تھی۔

(۲) ہمارے معاشرے میں آج بہت سے لوگ جہیز کے جواز کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو جہیز دیا تھا۔حالانکہ اس واقعہ سے جواز کا پہلو نکالنا صحیح نہیں ہے کیونکہ واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو رخصتی کے وقت جن گھریلو سامان کا انتظام کیا گیا تھا ان کو جہیز کہنا ہی درست نہیں ہے۔اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ رسول ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔ آپ نے ان کو کوئی سامان نہیں دیا۔حضرت فاطمہؓ کو سامان اس غرض سے دیا تھا کہ حضرت علیؓ آپ ہی کی پرورش میں تھے۔ان کی مستقل علیحدہ سکونت کا انتظام نہ تھا۔اور حضرت علی کے سرپرست بھی آنحضرت ﷺ ہی تھے۔اس لئے آپ نے بحق ولایت ان کی ہی زرہ فروخت کر کے گھر کے ضروری سامان کا نظم ونسق کیا تھا اپنی طرف سے کچھ نہیں دیا تھا۔جس کی

صراحت سیرت کی کتابوں میں ملتی ہے۔زرقانی شرح المواهب اللدنية میں ہے۔

فبعتها من عثمان بن عفان بأربع مائة و ثمانين درهماً ثم اِن عثمان رد الدرع الى عليّ فجاء بالدرع والدراهم الى المصطفى ﷺ فدعا بعثمانؓ بدعوات كما في رواية .(زرقانی شرح مواهب۲۔۳''الاستیعاب حافظ ابن عبدالبر:ص۳۸)

مزید وضاحت کے لئے علامہ شبلی نعمانیؒ کی تحریر لکھی جارہی ہے۔

حضرت فاطمہؓ سے عقد کی درخواست سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے اور حضرت عمر نے کی ۔مگر آنحضرتﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔حضرت علی نے خواہش ظاہر کی ۔تو آپ نے فرمایا تمہارے پاس مہر ادا کرنے کو کچھ ہے ۔بولے ایک گھوڑا اور زرہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔آپ نے فرمایا گھوڑا لڑائی کے لئے ضروری ہے۔زرہ تم فروخت کرڈالو۔

حضرت عثمانؓ نے ۴۸۰ درہم میں خریدی ۔اور حضرت علی نے قیمت لاکر آنحضرت کے سامنے ڈال دی ۔آنحضرتﷺ نے بلال کو حکم دیا کہ بازار سے خوشبو لے آؤ ۔عقد ہوا۔اور آنحضرت نے جہیز میں ایک پلنگ اور ایک بستر دیا۔اصابہ کے حوالہ سے انہوں نے لکھا ہے کہ آپ نے ایک چادر دو چکیاں اور ایک مشک بھی دی۔(سیرت النبی ج۲ص۴۷۵)

بہرحال مذکورہ تفصیلات سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ مروجہ جہیز کو سنت نبوی قرار دینا درست نہیں ہے۔

(۳) شوہر کا لڑکی یا اس کے اولیاء سے تلک یا جہیز کا مطالبہ کرنا فطرت انسانی کے خلاف ہے۔اور شریعت کے عطاء کردہ قانونی مزاج کے اعتبار سے بھی غلط ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو اس کی صنفی خصوصیات کے لحاظ سے'' جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے ''**حجة الله البالغة**'' میں اشارہ کیا ہے'' مطلوب بنایا ہے اور مرد کو طالب۔یہی وجہ ہے کہ مرد پر بوقت نکاح مہر لازم کیا ہے۔عورت پر نہیں ،قرآن پاک میں متعدد جگہ پر ارشاد ہے۔'' **ان تبتغوا باموالكم ...... فأتو هن اجورهن** (سورہ نساء آیت ۲۴) **وبما انفقوا من اموالهم** (سورہ نساء ۳۴)

لہذا خاوند کو اس بات کا قطعاً حق نہیں ہے کہ وہ بیوی یا اس کے والدین سے جہیز کا مطالبہ کرے۔یا انہیں مجبور کرے۔

الاحکام الشریعہ میں ہے:۔

ليس المال بمقصود فى النكاح فلا تجبر المرأة على تجهيز نفسها من مهرها ولا من غيره ولا يجبر ابو ها على تجهيزها ، (لجنة احياء التراث العربى.الاحكام الشريعة فى الاحوال الشريعة على مذهب ابى حنيفة ٣٩ ص. ١٤٠٠ هـ)

فتاوی عالمگیر میں ہے:۔ الصحیح انه لا یرجع علی أبی المرأة بشئٍ لان المال فی النکاح غیر مقصود (ج۔اص ۳۲۸)

(۴) اگرلڑکا یا اس کے اولیاء کے مطالبہ کے بعد لڑکی کے اولیاء نے جہیز وتلک دیا ہے تو یہ سامان اور رقم شرعاً رشوت کے درجہ میں ہے جس کا لینا دینا اور اس کے لئے واسطہ بننا سب حرام ہے۔ اور از روئے حدیث ایسے سب لوگ ملعون ہیں۔ اس رقم وسامان کا واپس کرنا شرعاً واجب ہے۔

جیسا کہ ''قنیہ'' کے حوالہ سے علامہ شامی نے نقل کیا ہے۔

وفی القنیة الرشوة یجب ردها ولا تملک (ردالمختار۔ج۴۔ص۳۰۴، مطبوعہ دیوبند) ''قنیہ'' فقہ حنفی کی مشہور کتاب میں ہے ''رشوت کا واپس کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کا لینے والا مالک نہیں بنتا۔(قنیہ: ج۲ص ۳۲۹) اور ترمذی شریف میں ہے۔قال لعن رسول ﷺ الراشی والمرتشی (ج۔اص۲۰۰)

فقط واللہ اعلم بالصواب

محمد حسن ندوی

۲۰۰۱/۵/۴ء

دارالافتاء، جامعۃ الرشاد، اعظم گڑھ، یوپی

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا فیصلہ

جہیز کی حرمت

اسلامک فقہ اکیڈمی کے تیرہویں فقہی سیمینار منعقدہ ۱۳تا۱۶/اپریل ۲۰۰۱ء بمقام جامعہ سید احمد شہید کٹولی ملیح آباد میں مروجہ جہیز کے موضوع پر ملک بھر سے آئے تمام مکاتب فکر کے ایک سو سے زائد ممتاز علماء ومفتیان کرام نے اپنے دستخط کے ساتھ مندرجہ ذیل فیصلہ کیا:

اسلامک فقہ اکیڈمی کا یہ اجلاس اس صورت حال پر اپنی سخت تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ آج ہماری عائلی زندگی میں لڑکوں کی خرید وفروخت کا مزاج ہو گیا ہے اور انہیں مال تجارت بنا لیا گیا ہے، کبھی لڑکوں کی طرف سے۔ کبھی ان کے والدین اور اقرباء کی طرف سے اور کبھی خود لڑکی والوں کی طرف سے نہ صرف یہ کہ قیمت لگائی جاتی ہے بلکہ بھاؤ تاؤ کیا جاتا ہے، اور کون زیادہ سے زیادہ دیگا اس کی تلاش کی جاتی ہے، شرعاً نکاح میں لڑکی والوں سے کچھ لینا، وہ چاہے تلک کے نام پر ہو یا گھوڑے یا جوڑے کے نام پر ہو، یا مروجہ قیمتی جہیز کے نام پر ہو جائز نہیں، شریعت نے حکم ربانی ''**أحل لکم ما وراء ذٰلکم أن تبتغوا بأموالکم**'' (قرآن کریم) کے ذریعہ مردوں پر نکاح میں مال خرچ کرنے کی ذمہ داری عائد کی ہے۔ آج ہم نے اس حقیقت کو بدل ڈالا ہے اور عورتوں کو نکاح کے لیے مال خرچ کرنا پڑتا ہے، کبھی صریح مطالبہ ہوتا ہے اور کبھی عادت اور عرف ورواج کے تحت یہ ہوتا ہے، یہ ساری صورت حال چاہے اس طرح کا مال لینا ہو یا پیشکش کرنا ہو شرعاً جائز ودرست نہیں ہے۔

اکیڈمی کا یہ اجلاس تمام مسلمانان ہند کو اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ وہ مسلم معاشرے کو ان خطوط پر متوجہ کریں جو محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے تجویز کیا ہے، اور شادیوں کو ہر طرح سادہ رکھیں اور ارشاد نبوی ''**اعظم النکاح برکۃ أیسرہ مؤونۃ**'' کے مطابق بغیر جبر و دباؤ اور فرمائش ومطالبہ نیز اسراف وتبذیر کے، بطریق سنت نبویہ انجام دیں۔

باب سوم

کامیابی وسکون دیندار عورت کو ترجیح دینے میں ھے

نکاح شریعت کی نظر میں محض شہوت کی تسکین کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ بے شمار دینی ودنیاوی فوائد اس سے وابستہ ہیں۔اور نسل انسانی کی بقا اسی پر موقوف ہے زوجین اور دونوں خاندان کے درمیان تسکین واطمینان محبت و الفت،شفقت ورحمت اور تعلق ووابستگی کا موثر ذریعہ ہے اس مقدس رشتہ کو حصول مال کا ذریعہ بنانے میں دونوں جہاں کی بربادی اور ہلاکت ہے۔یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حسن وجمال،حسب ونسب اور مال ودولت کی بنا پر شادی کرنے سے منع فرمایا اور دین داری کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کی۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ تنکح المرأة لأربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداک. (۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عموماً چار چیزوں کی وجہ سے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے۔اس کے مال،حسب و نسب،حسن وجمال اور اس کے دین کی وجہ سے۔اے ابو ہریرہ دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کرو۔اور ارشاد نبوی ہے:

انما الدنيا متاع وليس من متاع الدنيا شئ أفضل من المرأة الصالحة. (۲)

یعنی دنیا فائدہ اٹھانے کی چیز ہے۔دنیا کی فائدہ اٹھائی جانے والی چیزوں میں سب سے بہتر نیک عورت ہے"۔

اس بات کی مزید وضاحت حسب ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

(۱) صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۶۲
(۲) ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۹۶

عن عبد الله بن عمروؓ قال قال رسول الله ﷺ لا تزوجوا النساء لحسنهن فعسى حسنهن أن يرديهن ولا تزوجوهن لأموالهن فعسى أموالهن أن تطغيهن ولكن تزوجوهن على الدين ولأمة خرماء سوداء ذات دين أفضل . (۱)

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم عورتوں سے ان کے حسن کی وجہ سے نکاح مت کرو کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ ان کا حسن انہیں تکبر میں مبتلا کر کے ہلاک کردے اوران سے مال ودولت کی وجہ سے نکاح مت کرو کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ مال و دولت ان کو سرکشی میں مبتلا کردے لیکن تم ان سے دینداری کی بناپر شادی کرو کیوں کہ کالی نکٹی باندی جو دیندار ہووہ زیادہ بہتر ہے۔

عن أنس بن مالک قال سمعتُ النبی ﷺ یقول من تزوج امرأة لعزها لم یزده الله الا ذلاً، ومن تزوجها لمالها لم یزده الله الا فقراً، ومن تزوجها لحسبها لم یزده الله الا دناءةً . ومن تزوج امرأة لم یرد بها الا ان یغض بصره أو یحصّن فرجه أو یصل رحمه بارک الله فیها وبارک لها فیه رواه الطبرانی فی الاوسط(۲)

ترجمہ: ”انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی عورت سے اس کی عزت وبڑائی کی وجہ سے نکاح کیا تو اللہ اس کی ذلت میں اضافہ کرے گا اور جس نے کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کیا تو اللہ اس کے فقر میں اضافہ کرے گا۔اور جس نے کسی عورت سے حسب ونسب کی وجہ سے نکاح کیا تو اللہ اس کی رسوائی وپستی میں اضافہ کرے گا اور جس نے کسی عورت سے اس مقصد سے نکاح کیا کہ اس کی آنکھیں اور شرمگاہ محفوظ ہوجائے یا صلہ رحمی کرے تو اللہ ان دونوں (میاں بیوی) کو برکت عطا کرے گا ۔

(۱) ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۹۸

(۲) الترغیب والترھیب ج۳ص۴۶

لڑکی کا نکاح اس شخص سے کیا جائے جو دیندار ہو

شریعت اسلامیہ جہاں لڑکے والوں سے دیندار لڑکی کو ترجیح دینے کا مطالبہ کرتی ہے وہیں لڑکی والوں کو یہ حکم دیتی ہے کہ وہ دینداری کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی لڑکی کا ہاتھ کسی کے ہاتھ میں دیں۔

سنن ترمذی میں ''باب ماجاء اذاجاء کم من ترضون دینه فزوجوه '' کے تحت یہ حدیث مذکور ہے۔

عن أبی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا خطب اليكم من ترضون دينه و خلقه فزوجوه الا تفعلوا تكن فتنة فی الأرض و فساد عريض (۱)

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم لوگوں کی طرف ایسا شخص پیغام نکاح بھیجے جس کے دین و اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کردو اگر ایسا نہ کروگے (اور صاحب مال اور صاحب جاہ لڑکوں کی تلاش میں اپنی لڑکیوں کو بٹھائے رکھوگے) تو زمین میں فتنہ اور فساد بہت پھیل جائے گا''۔

ملاعلی قاریؒ اپنی مشہور کتاب ''مرقاۃ'' میں رقمطراز ہیں:

''روی أن رجلا جاء الیٰ الحسن قال ان لی بنتاً قد خطبها غير واحد فمن تشير علی أن أزوجها قال زوجها رجلا يتقی الله فانه ان أحبها أكرمها و ان أبغضها لم يظلمها'' (۲)

(۱) ترمذی شریف ج ۵ ص ۳۹۴ (۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۶ ص ۱۸۸

روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت حسنؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میری ایک بیٹی ہے جس کے واسطے بہت سے آدمیوں نے پیغام بھیجا ہے۔ کس آدمی کے ساتھ آپ نکاح کا مشورہ دیتے ہیں۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا تو اپنی بیٹی کا نکاح ایسے آدمی سے کردے جو اللہ سے ڈرتا ہے، کیوں کہ اگر وہ اس سے محبت کریگا تو اس کی عزت وتکریم کرے گا اور اگر کبھی اس سے ناراض ہوا تو اس پر زیادتی نہ کرے گا۔

مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ موجودہ دور کے مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات سے کنارہ کشی اور بے توجہی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

افسوس اس چودہویں صدی کے مسلمانوں نے پیغمبر اسلام محمد ﷺ کی مقدس اور حکمت وموعظت سے بھرپور فرامین کی قولاً وفعلاً وعملاً خلاف ورزی پر کمر کس لی ہے، اکثر افعال میں مسلمانوں کے قلوب میں تعلیم نبوی کی اتنی قدر ومنزلت نظر نہیں آتی جس قدر بعض عوام (کافروں) کے دلوں میں دیکھی جاتی ہے۔ سبق آموزی کے لیے معتبر کتابوں سے دو واقعے درج ہیں۔

ایک بزرگ کی لڑکی کے لیے کئی جگہ سے پیغام پہنچے، بڑے بڑے نواب ورئیس اور شہزادوں نے بھی رشتہ بھیجا۔ بزرگ نے اپنے پڑوسی یہودی سے مشورہ کیا کہ کس کا پیغام قبول کروں؟ یہودی کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے نبی نے فرمایا ہے کہ چار چیزوں کی وجہ سے عورت سے شادی کی جاتی ہے۔ (۱) مال (۲) جمال (۳) حسب (۴) دین۔ مگر سب سے اچھا اور بہتر دیندار سے نکاح کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دیندار سب سے مقدم ہے لہذا میری بات تسلیم ہو تو فلاں طالب علم کے ساتھ اس کی شادی کردو، مالداروں اور بڑوں سے انکار کردو کہ تم میں دینداری نہیں ہے۔ چنانچہ بزرگ نے ایسا ہی کیا۔

نوح ابن مریم نے اپنی صاحبزادی کا نکاح کرنا چاہا تو ایک مجوسی سے مشورہ کیا تو اس نے کہا فارس کا بادشاہ کسریٰ تو مال کو ترجیح دیتا تھا اور قیصر حسن و جمال کو پسند کرتا تھا اور رئیس عرب خاندانی شرافت اور حسب ونسب کو اور تمہارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دینداری کو ان سب پر مقدم سمجھتے تھے۔اب تم ہی غور کرو کہ کس کی اقتدا کی جائے فارس اور روم کے رؤسا کی یا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی (۱)

مولانا محمد یوسف صاحب اصلاحی کی ایک کتاب ''روشن ستارے'' میری نظر سے گذری اس میں اس سلسلہ کا ایک تفصیلی وسبق آموز واقعہ مذکور ہے جس کا اختصار پیش خدمت ہے۔

''حضرت عبداللہؒ کے والد مبارکؒ باغ میں کام کرتے تھے ایک دن ان کے آقا نے ان کو ان کی دیانت وایمانداری اور لیاقت کی وجہ سے کہا کہ ''اب تم میری صحبت میں بیٹھا کرو اور باغ کی ذمہ داری کسی اور کے سپرد کردو''۔ مبارکؒ باغ کی ذمہ داری دوسرے کے حوالہ کرنے کے بعد مالک کی صحبت میں بیٹھنے لگے۔آقا انکی ذہانت وحاضر جوابی اور عاقلانہ مشوروں سے بے حد متاثر ہوا اور گھریلو اور اہم معاملات میں بھی ان سے مشورہ لینے لگا۔ایک مرتبہ آقا کو اُداس دیکھ کر مبارکؒ نے دریافت کیا۔کیا بات ہے کہ آج میں آپ کو غمگین پا رہا ہوں۔آقا نے رازدارانہ انداز میں کہا: بات دراصل یہ ہے کہ میری لڑکی جوان ہوچکی ہے اور کئی مقامات سے پیغامات آچکے ہیں۔میں کشمکش کی حالت میں ہوں کہ کس پیغام کو قبول کروں اور کس کو رد کروں۔

مبارکؒ نے کہا: اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟ جاہلیت کے دور میں عرب کے لوگ تو حسب ونسب کو دیکھتے تھے۔یہود مال ودولت پر جان دیتے تھے اور نصاریٰ حسن وجمال پر جان دیتے ہیں مگر اسلام کی ہدایت یہ ہے

(۱) فتاوی رحیمیہ ج ۲ ص ۱۱۰

کہ دین و اخلاق کو ترجیح دی جائے۔اب آپ آسانی سے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آپ کے نزدیک قابل ترجیح کیا چیز ہے؟۔

مبارک کی گفتگو سن کر آقا نے اپنی بیوی کو اس عاقلانہ مشورہ کی خبر دیتے ہوئے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ مبارک ذہین، عقلمند اور دیندار نوجوان ہے اسی سے اپنی لاڈلی بیٹی کا نکاح کردوں۔۔ بیوی نے حیرت سے کہا ارے یہ کیا !غلام سے اپنی بیٹی کا نکاح۔

شوہر نے کہا اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے میں دونوں جہاں کی بھلائی ہے۔اسلام نے دیندار کو ترجیح دینے کا حکم دیا ہے۔شوہر کی ایمان افروز گفتگو سن کر بیوی رضا مند ہوگئی، باغ کے مالک کی چاندسی لڑکی کا نکاح مبارکؒ کے ساتھ کر دیا گیا اسی لڑکی سے مبارک کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، باپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور یہی وہ عبداللہ بن مبارکؒ ہیں جو آسمان حدیث پر سورج بن کر چمکے۔(۱)

اس سے قبل حضرت سعید بن مسیّبؒ کا واقعہ بیان کر چکا ہوں کہ انہوں نے اپنی پیکر حسن و جمال، زیور علم سے آراستہ اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا، لخت جگر و نور نظر صاحبزادی کا نکاح ولی عہد کے ہمراہ کرنے سے انکار کر دیا تھا جبکہ شادی کا پیغام بادشاہ وقت عبدالملک بن مروان کی جانب سے آیا تھا۔عبدالملک نے ہر ممکن تدبیر کی کہ کسی طرح حضرت سعیدؒ راضی ہو جائیں لیکن آپ راضی نہیں ہوئے، آپ نے اسی لاڈلی بیٹی کا نکاح اپنے دیندار مفلوک الحال شاگرد ابووداعہ سے دو درہم مہر کے عوض کر دینے میں ذرا جھجک محسوس نہیں فرمائی۔ اس لیے کہ آپ کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی تھا کہ " **فاظفر بذات الدین تربت یداک** ".

اس قسم کے بے شمار انمول واقعات کتابوں کے صفحات میں بکھرے

(۱) روشن ستارے ص ۸۹۔۲۸۷

ہوئے ہیں کوئی کہاں تک بیان کرے۔عمل کرنے والوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے، اسلامی تعلیمات پر ہمارے اسلاف نے عمل کرکے دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی حاصل کی،ان کی پاکیزہ زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔
آج بھی وہی کامیابی وکامرانی ہمارا مقدر بن سکتی ہے لیکن

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کے ہر حکم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

باب چهارم

والدین کے لیے لمحۂ فکریہ

مذکورہ احادیث اور واقعاتِ اسلاف ہمیں بار بار عمل کی دعوت دیتے ہوئے دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی اورسکون واطمینان کی ضمانت دے رہے ہیں۔ مقام عبرت ہے ان مسلمانوں کے لیے جو اپنے لڑکے کے لیے دیندارلڑکی کی جانب توجہ نہیں دیتے ہیں۔بس انہیں اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ لڑکی چاہے جیسی ہو تلک اور جہیز زیادہ سے زیادہ ملنا چاہیے۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لڑکا پوری زندگی سکون واطمینان سے محروم رہتا ہے اوران مسلمانوں کے لیے بھی مقام عبرت ہے جو اپنی بیٹی کا رشتہ طے کرتے وقت اس بات کو مدنظر رکھتے ہیں کہ لڑکا صاحب دولت وثروت ہو کسی سرکاری عہدے پر فائز یا ملک سے باہر ملازم ہو،لڑکا دیندارنہیں تو کیا میری لڑکی کے عیش وآرام کے لیے اس گھر میں سب کچھ ہو۔ اس کی خاطر لاکھوں روپیے سامان جہیز میں خرچ کردیتے ہیں۔تلک اوردعوت میں پانی کی طرح روپیے بہاتے ہیں۔

’’۱۹۹۰ء میں ممبئی کے وان کھیڑے اسٹیڈیم میں ایک شادی منعقد کی گئی تھی جس میں تیس ہزارلوگوں نے شرکت کی تھی۔ظاہر ہے یہ سبھی لوگ بڑے سرمایہ دار رہے ہوں گے۔بتایا گیا ہے کہ ہیرے جواہرات کے ایک تاجر نے اپنی بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنے پر ۳۰؍کروڑ روپیے خرچ کیے تھے‘‘۔(۱)

اس کے باوجودلڑکی کوسسرال میں چین وسکون کی زندگی میسرنہیں ہوتی ، سسرال والوں کی جانب سے ’’**ھل من مزید**‘‘کا نعرہ بلند ہوتا رہتا ہے اس کی ایک مثال پیش خدمت ہے:

’’۔۔۔۔ایک نو شادی شدہ عورت نے شادی کے صرف تین ماہ بعد

(۱) سہ روزہ ’’دعوت‘‘ نئی دہلی ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۸ء

اپنے سسرال والوں پر مزید جہیز کے لیے ہراساں کرنے اور زدوکوب کیے جانے کے الزام عائد کیے ہیں اور خواتین کے خلاف جرائم کے شعبہ میں شکایت درج کرادی ہے''۔۔۔۔شکایت کنندہ نے کہا کہ اس کے والد نے شادی پر ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کیے تھے اور جہیز میں انتہائی قیمتی سامان دیا تھا۔شکایت کنندہ کے مطابق آسٹریلیا میں ہنی مون کے بعدواپسی پر اس کے شوہر اور سسرال والوں نے اس کو مزید جہیز لانے کے لیے پریشان کرنا شروع کردیا یہاں تک کہ اس کے سسرال والوں نے اس کے والد سے مزید ڈیڑھ لاکھ روپیہ دینے کا مطالبہ کردیا۔شکایت کنندہ نے مزید کہا کہ اس کے والد یورپ جارہے تھے اسی لیے انہوں نے اس مطالبے پر یورپ سے واپسی کے بعد غور کرنے کا وعدہ کیا۔اسی دوران سسرال والوں نے مظالم میں اضافہ کردیا اور اس کو بھدی اور موٹی کہنے لگے۔گھر کے تمام ملازمین کو برطرف کردیا گیا اور گھر کے تمام کام اس کے ذمہ کردیے گئے،کتنی مرتبہ اس کے شوہر،ساس اور دونندوں نے اس کو تھپڑ بھی مارے''۔(۱)

ایسے والدین جن کی کمائی حلال ہوتی ہے ان کے پاس اتنی دولت نہیں ہوتی کہ سماج کے ناجائز مطالبے کو پورا کرتے ہوئے اپنی بیٹی کی شادی کرسکیں۔دوسری جانب اپنی جوان بیٹی کو بن بیاہی بھی نہیں رکھ سکتے۔ان حالات میں ان کی زندگی قابل رحم اور لائق افسوس ہوتی ہے،رنج وغم کا مہیب بادل ان کی زندگی کے سکون واطمینان اور راحت وآرام کو ختم کردیتا ہے۔لڑکی رحمت کے بجائے زحمت ہوجاتی ہے۔اس جہیز کی وجہ سے ایک خطرناک رجحان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا جارہا ہے کہ مشین کے ذریعہ لڑکی کی واقفیت حاصل کرکے رحم مادر میں ہی اس کو ہلاک کردیا جائے اس خطرناک ذہنیت کے نتیجے میں مشین کی غلط معلومات کی بنا پر بہت سے لڑکے

(۱) سہ روزہ ''دعوت'' نئی دہلی ۲۵/ اکتوبر ۱۹۹۸ء

بھی ضائع کر دیے جاتے ہیں۔

''جنوری ۱۹۹۶ء سے دوران حمل جنس کی شناخت کے لیے الٹرا سونو گرافی وغیرہ جیسی جدید ٹیکنک کے استعمال پر پابندی عائد ہے۔اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے سزا کا اہتمام بھی کیا گیا ہے''۔(۱)

لیکن قانون بنانے والے خود اس کام کا ارتکاب کرتے ہیں تو بھلا عام لوگوں پر اس کا اثر کیوں کر ہو۔حقیقت یہ ہے کہ تدوین قانون کے ساتھ قانون کا سختی سے نافذ کرنا بھی ضروری ہے۔

''ہندوستان میں اسقاط حمل پر خواتین کے مشہور ماہنامہ ''فیمینا'' (Femina) میں اپریل ۱۹۹۵ء میں ایک تحقیقی رپورٹ شائع ہوئی تھی اس رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں ہر سال ایک کروڑ بارہ لاکھ اسقاط حمل کے واقعات ہوتے ہیں جن میں ہر سال ۲۰ رہزار عورتیں موت کا شکار ہو جاتی ہیں''اس رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ ہر ایک ہزار پیدا ہونے والے بچوں پر ۴۶۲ راسقاط ہوتے ہیں یعنی ہندوستان میں ہر دو پیدا ہونے والے بچوں پر ایک اسقاط کا واقعہ ہوتا ہے۔(۲)

اخباری رپورٹ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی کی پیدائش کے ایک ہفتہ کے اندر منہ میں زہر ڈال کر یا سخت دھوپ یا کڑاکے کی سردی میں ڈال کر یا دودھ نہ پلاکر اس نوزائیدہ بچی سے نجات حاصل کر لی جاتی ہے۔ اس خطرناک رجحان کی وجہ سے لڑکیوں کی تعداد میں قلت معاشرے کے لیے تباہ کن ہے۔اس سے زنا بالجبر، اغوا اور غلط طریقے سے اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے واقعات میں بے حد اضافہ ہوگا اور اس کے نتیجے میں پاکیزہ معاشرہ کا وجود ناپید ہو جائے گا۔اس خطرناک رجحان کی وجہ سے اب یہ

(۱) سہ روزہ ''دعوت'' نئی دہلی ۴راکتوبر ۱۹۹۹ء

(۲) ''اسلامی نظام معاشرت اور جہیز کی رسم'' ص ۵۲

اندیشہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ چند سالوں کے بعد لڑکیوں کا وجود ختم ہو جائے۔ انکی بات پر شاید آپ یقین نہ کریں لیکن اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے جس سے اس وقت ہندوستانی سماج دوچار ہے۔

''کسی گاؤں میں ۱۱۰؍ برسوں کے بعد بارات کی آمد پر بہت سے لوگوں کو حیرت ہوسکتی ہے لیکن راجستھان کے ضلع باڑمیر کے دیورا گاؤں میں ایسا ہی ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پیدا ہونے والی ہر بچی کو ہلاک کردینے کا عام رواج رہا ہے اندرسنگھ کی بیٹی جس کی وجہ سے ایک صدی سے بھی زیادہ عرصے کے بعد گاؤں میں بارات کی آمد کا موقع فراہم ہوا۔ محض اس وجہ سے زندہ بچ گئی کہ دوران حمل اس کی ماں اپنے میکے چلی گئی اور وہیں بچی کی پیدائش ہوئی۔ دس سال کی عمر تک بچی کو وہیں چھوڑ دیا گیا اور جب دس سال بعد وہ اپنے والدین کے گھر آئی تو اس کو اس لیے زندہ رہنے دیا گیا کہ اس کی آمد کے بعد کاروبار میں کافی ترقی ہوئی جس کی وجہ سے بچی کا خوش قسمت ہونا سمجھا گیا۔ راجستھان میں راجپوتوں کے ایسے متعدد گاؤں ہیں جہاں بچیوں کو شادی کی عمر تک پہنچنے نہیں دیا جاتا۔ لیکن یہ صورت حال راجستھان تک محدود نہیں۔ راجستھان کے ضلع باڑمیر اور جیسلمیر کے علاوہ تامل ناڈو کے سیلم، بہار، ہریانہ اور پنجاب کے کچھ گاؤں میں بچیوں کی پیدائش کے بعد ان کو ہلاک کیے جانے کے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں۔۔۔۔ کچھ دنوں پہلے فرید آباد (ہریانہ) کے ایک ہسپتال میں ایک عورت نے مسلسل تیسری دفعہ پیدا ہونے والی بچی کا گلا دبا کر ہلاک کردیا تھا''۔ (۱)

''دھرمپوری (تامل ناڈو) ضلع کے گاؤں مادھولا کے منصف نے پولس میں رپورٹ درج کرائی ہے کہ ایک شادی شدہ جوڑے نے ایک ہفتہ پہلے پیدا ہونے والی اپنی لڑکی کو ہلاک کرکے اپنے گھر کے عقبی حصے میں دفنا دیا

(۱) سہ روزہ ''دعوت'' نئی دہلی ۴؍ اکتوبر ۱۹۹۹ء

ہے۔ رپورٹ میں یہ شبہ ظاہر کیا گیا ہے کہ بچی کو پیدائش کے فوراً بعد ہلاک کر دیا گیا تھا۔ تامل ناڈو کے کئی اضلاع میں شادی شدہ افراد ایک لڑکی کے بعد پیدا ہونے والی لڑکیوں کو مختلف طریقوں سے ہلاک کر دیتے ہیں اور حکومت کی سخت کوشش کے باوجود یہ سلسلہ جاری ہے''۔(۱)

ایک جائزہ رپورٹ کے مطابق اخبار (انڈین ایکسپریس) نے انکشاف کیا ہے کہ جنوبی ریاستوں میں خاص طور سے تمل ناڈو کے ضلع سیلم میں ۵۱ر فیصد کنبوں میں بچیوں کو ان کی پیدائش کے ایک ہفتہ کے اندر اندر مار دیا جاتا ہے کیونکہ ان بچیوں کے والدین ایک بچی کی شادی پر چالیس ہزار سے ساٹھ ہزار کا جہیز دینے کی استطاعت نہیں رکھتے۔(۲)

بیٹی والوں کو جہیز کی فکر، رشوت لینے، غذائی اشیاء میں مضر صحت ملاوٹ کرنے، ذخیرہ اندوزی کرنے اور نہیں معلوم کن کن حربوں سے کالا دھن جمع کرنے کی طرف مائل کر دیتی ہے۔ جہیز کی وجہ سے لوگ قرض کے بوجھ تلے اس طرح دب جاتے ہیں کہ بہت مشکلوں کے بعد اس سے رہائی نصیب ہوتی ہے۔ کبھی لوگ اپنے مکان کو بیچ کر کرایہ کے مکان میں سکونت اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، کبھی حالات سے تنگ آ کر موت کو گلے لگا لیتے ہیں۔ وہ والدین جنھوں نے اپنی بیٹی کو پیار و محبت سے پالا پوسا اور اس کو زیور علم سے آراستہ کیا اور اس کو اس قابل بنایا کہ وہ دوسرے کے گھر کی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی اٹھا سکے۔ کیا اس عظیم کام کی سزا یہ ہے کہ ان کی زندگی سے سکون واطمینان کو ختم کر دیا جائے اور ان کی کمائی پر اس طرح ڈاکہ ڈالا جائے کہ وہ قرض کے بوجھ تلے دبتا چلا جائے۔

(۱) سہ روزہ ''دعوت'' نئی دہلی ۷ جون ۱۹۹۹ء
(۲) سہ روزہ دعوت دہلی ۱۹/اگست ۱۹۹۲ء

خود کشی اور قحبہ خانے کی آبادی میں اضافہ :

دوسری جانب لڑکیاں والدین کی پریشانی اور کش مکش کی زندگی کو دیکھ کر موت کو زندگی پر ترجیح دے رہی ہیں اور اپنے آپ کو ذلیل وحقیر سمجھنے اور سماج کے خلاف بغاوت کرنے پر مجبور نظر آرہی ہیں۔ بہت ساری لڑکیاں اپنی شادی کے لیے نوکری کرتی ہیں جس کے نتیجے میں انہیں بسوں میں دھکّے کھانے اور آفیسر کی جھڑکیاں سننی پڑتی ہیں۔ وہ گھر کی زینت بننے کے بجائے آفس کی زینت بنتی ہیں اور گھر سے باہر قدم رکھنے کی وجہ سے چھیڑخوانی، اغوا، زنا بالجبر اور جنسی بے حرمتی کا شکار ہوتی ہیں۔ پورے ملک کو جانے دیجیے، صرف دہلی کو لیجیے کہ دہلی کی ۹۰ فیصد خواتین نے رپورٹ دی کہ جنسی بدسلوکی کارخانوں، دفاتر، شاہراہوں حتی کہ بسوں میں بھی بہت بڑھ گئی ہے، دہلی کی ایک ہزار خواتین کے سروے سے معلوم ہوا کہ ان میں ۹۶ فیصد تعداد کسی نہ کسی جرم کا نشانہ بنی ہے، دہلی وجواہر لال نہرو یونیورسٹی کے سروے سے معلوم ہوا کہ یہاں کی ۶۷ فیصد طالبات کو کبھی نہ کبھی جنسی بے حرمتی کا شکار ہونا پڑا، ان میں ۵۸ء۷ فیصد کی تعداد ہوسٹل میں رہنے والیوں کی تھی، گھروں میں ملازماؤں اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ ۱۹۹۶ء میں زناکاری میں ۶۸ فیصد کا اضافہ ہوا(۱)

جب ہم پورے ملک پر عمومی نظر ڈالتے ہیں تو ایک خطرناک اور دلدوز رپورٹ ہمارے سامنے آتی ہے۔ انڈیا ٹوڈے ۱۶/جنوری ۱۹۹۷ء کے جائزے سے معلوم ہوا کہ امریکہ کی طرح یہاں (بھارت میں) بھی منٹ اور گھنٹے کے تناسب سے جرائم ہورہے ہیں۔ مثلاً ہر ۴۵ منٹ پر ایک زنا بالجبر، ہر

(۱) مغربی میڈیا اور اس کے اثرات از مولانا نذرالحفیظ ندوی ص ۲۵۰

۲۶ منٹ پر جنسی چھیڑ چھاڑ، ہر ایک گھنٹہ ۱۵ منٹ پر ایک عورت جہیز کی خاطر جلا دی جاتی ہے۔ ہر ۳۳ منٹ پر ظلم وزیادتی کا شکار ہوتی ہے۔

دینک بھاسکر کے مطابق بھارت میں ہر ۲۶ منٹ میں ایک عورت چھیڑ چھاڑ یا استحصال کا شکار ہوتی ہے۔ ہر ۳۴ منٹ پر ایک سے زنا بالجبر ہوتا ہے۔ جرائم ریکارڈ بیورو کے جائزے کے مطابق ملک میں ہر ۴۲ منٹ میں ایک عورت جنسی استحصال اور ہر ۴۳ منٹ میں اغوا کا شکار بنتی ہے جبکہ ہر ۹۳ منٹ میں ایک عورت کا قتل ہو جاتا ہے۔(۱)

جہیز کی وجہ سے لڑکیوں کی شادیاں وقت پر نہیں ہو پاتی ہیں، لہذا لڑکیاں خود ہی فحاشی اور عریانیت میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور غلط طریقے سے اپنی جوانی کی پیاس بجھانے پر مجبور ہو جاتی ہیں اور کبھی شریف گھرانے کی لڑکیاں بھی کسی کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں اور اپنے گھرانے کی عزت ووقار کو خاک میں ملا دیتی ہیں۔ کچھ لڑکیاں جسم فروشی کا پیشہ اختیار کر لیتی ہیں اس سے حاصل ہونے والے روپیے سے اپنے اخراجات کی تکمیل اور جہیز کا سامان تیار کرتی ہیں اور کچھ لڑکیاں غلط عناصر کے ہاتھوں قہوہ خانے پہنچ جاتی ہیں اور وہ اس ماحول کے شکنجے میں اس طرح پھنس جاتی ہیں کہ اس سے نکلنا ان کے لیے دشوار ترین ہو جاتا ہے۔ ایک تنظیم کے ملک گیر سروے کے مطابق ہر سال ۲۵ ہزار لڑکیاں جسم فروشی کے پیشے میں داخل ہو رہی ہیں۔ سہ روزہ دعوت کا بیان ہے:

”جسم فروش عورتوں اور ان کے بچوں کی حالت بہتر بنانے کے لیے سرگرم ایک تنظیم نے ملک گیر سروے کے بعد دعویٰ کیا ہے کہ ملک میں ایک ہزار ایک سو ریڈ لائٹ (Red Light Areas) ہیں یعنی ایسے علاقے جہاں جسم فروشی کا کاروبار کرنے کی اجازت ہے۔ سروے کے مطابق جسم فروش عورتوں کی تعداد ۲۳ لاکھ اور ان کے بچوں کی تعداد ۵۱ لاکھ ہے۔

(۱) دینک بھاسکر ۱۷/ مارچ ۲۰۰۱ء

سروے کے مطابق ہر سال ۲۵ ہزار لڑکیاں جسم فروشی کے پیشے میں داخل ہورہی ہیں''۔ (۱)

اگر جہیز کے خاتمے اور شادی کی جملہ کارروائی کو آسان سے آسان تر بنانے کی حتی المقدور کوشش نہیں کی گئی تو جسم فروشی کے پیشے میں داخل ہونے والی لڑکیوں کی تعداد میں بے حد اضافہ ہوگا۔ حالانکہ ہر سال ۲۵ ہزار لڑکیوں کا جسم فروشی کے پیشے میں داخل ہونا پاکیزہ معاشرہ میں سانس لینے والوں کے لیے ایک سوالیہ نشان ہے اور ہندوستانی سماج کے چہرے پر ایک بدنما داغ ہے۔

آج کتنی خوبصورت اور خوب سیرت لڑکیاں سماج کے غلط مطالبات کی وجہ سے کنواری بیٹھی ہیں۔ کچھ جوان لڑکیاں سوچ وفکر کی وجہ سے بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہیں۔ تلک وجہیز نے زہر کھانے اور خودکشی کرنے پر اس عورت کو مجبور کر دیا ہے جو دنیا کی زینت ہے اور نسل انسانی کی بقا اسی پر منحصر ہے۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کر ثریا سے مشت خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی دُرج کا دُرِ مکنوں
مکالمات فلاطون نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطوں (۲)

عورت کی وجہ سے دنیا کے اندر زینت اور مرد کا سکون قائم ہے۔ دنیا کی تمام رعنائی، دلکشی، دلربائی اور زیب وزینت اس کے وجود کے بغیر نامکمل ہے ہر انسان کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے۔ انبیائے کرام، صلحائے عظام، بزرگان دین اور ہر فن کی یکتائے روزگار ہستیاں انکی گود میں پرورش پاکر عظیم مرتبے پر فائز ہوئیں۔

(۱) سہ روزہ ''دعوت'' نئی دہلی ۱۶ اپریل ۱۹۹۹ء
(۲) کلیات اقبال

جہیز کے خوفناک نتائج

فتنۂ جہیز کا سیلاب معاشرے کے سکون واطمینان کو درہم برہم کرتا ہوا، عورت کو موت کی نیند سلاتا ہوا، وقوع طلاق میں اضافہ کرتا ہوا، عورت کے گلے میں موت کا پھندا ڈالتا ہوا اور لوگوں کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرتا ہوا نہایت ہی سرعت سے آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ اگر اس پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا گیا اور اس کی روک تھام کی انتھک کوشش نہیں کی گئی تو آئندہ اس پر قابو پانا ناممکن ہوگا۔

’’ہندوستان کی ایک عوامی تنظیم ہے جس کا نام ہے ’’عوامی یونین برائے جمہوری حقوق‘‘ اس تنظیم نے آزاد ہندوستان کے گزشتہ چالیس سالہ دور میں عورتوں کے اپنے ہاتھوں آگ سے جل کر مر جانے اور دیگر طریقوں سے خودکشی کر لینے کے اعداد وشمار جمع کر کے بتایا کہ آزاد ہندوستان میں اس مدت کے دوران ۲۷ ہزار نوجوان عورتیں جہیز کے جھگڑوں کی وجہ سے جلا کر مار ڈالی گئی ہیں‘‘۔(۱)

’’سرکاری اعداد وشمار جو مختلف اجلاسوں میں پارلیمنٹ کے سامنے جہیز پر بھینٹ چڑھنے والی دولہنوں کے بارے میں پیش کیے گئے ہیں اور جو اعداد وشمار نیشنل کرائم برانچ بیورو نے فراہم کیے ہیں ان کے مطابق مندرجہ ذیل اطلاعات سامنے آئی ہیں۔

سال	جہیزی اموات	واسطہ
۱۹۷۵ء تا		
۱۹۷۸ء	۵۲۴۵	سہ روزہ دعوت دہلی ۱۶ جولائی ۱۹۸۷ء
۱۹۷۹ء	۱۰۵۶	سہ روزہ دعوت دہلی ۴ مارچ ۱۹۸۳ء

(۱) ’’نقیب‘‘ امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ ۱۶ جنوری ۱۹۸۹ء

۱۹۸۳ء	۱۲۳۲	سہ روزہ دعوت دہلی یکم اپریل ۱۹۸۴ء
۱۹۸۵ء	۸۳۷	وزیر مملکت وزارت داخلہ کا بیان
۱۹۸۶ء	۱۳۱۹	سہ روزہ دعوت ۲۸ نومبر ۱۹۸۷ء
۱۹۸۷ء	۱۹۱۲	نیشنل کرائم برانچ دعوت ۷ جولائی ۱۹۹۵ء
۱۹۸۸ء	۲۲۰۹	نئی دنیا دہلی ۲۶ جولائی تا یکم اگست ۱۹۹۱ء
۱۹۸۹ء	۴۰۰۰	نئی دنیا دہلی ۲۶ جولائی تا یکم اگست ۱۹۹۱ء
۱۹۹۰ء	۵۱۵۷	نیشنل کرائم برانچ، دعوت ۷ جولائی ۱۹۹۵ء

نوٹ: یکم اگست ۱۹۹۱ء بی بی سی کے مطابق ۸۸ تا ۹۰ میں گیارہ ہزار سے زائد اموات ہوئیں)

۱۹۹۳ء	۱۹۵۲	دعوت ۱۰/ اگست ۱۹۹۵ء
۱۹۹۴ء	۴۸۵۰	سرکاری اعداد و شمار

نوٹ:۔ ۱۹۹۴ء میں ۱۷ جہیزی اموات روزانہ ہوئیں۔(۱)

''جرائم ریکارڈ بیورو کی رپورٹ کے مطابق ۱۹۹۷ء میں تمام ملک میں ۶۰۰۶ جہیزی اموات واقع ہوئیں سب سے زیادہ جہیزی اموات یوپی میں واقع ہوئیں جہاں ۱۷۸۶ عورتوں کو جہیز کے لیے مار دیا گیا یا انہوں نے جہیز کے تنازعہ کی وجہ سے خودکشی کر لی، یوپی کے بعد بہار میں ۷۶۱۔ مدھیہ پردیش میں ۵۵۰، آندھرا پردیش میں ۵۲۰، مہاراشٹر ۴۲۰ اور راجستھان میں ۳۵۶ جہیزی اموات ریکارڈ کی گئیں، تامل ناڈو میں ۱۵۳ جہیزی اموات کا اندراج کیا گیا۔ کرناٹک میں ۱۹۵ اور کیرلا میں ۲۵۔ پانڈیچری میں اس قسم کی اموات کی تعداد صرف ۲ تھی۔ ارونا چل پردیش، منی پور، میزورم، میگھالیہ، ناگالینڈ اور سکم میں جہیزی اموات کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا''۔(۲)

مذکورہ بالا اعداد و شمار وہ ہیں جن کی اطلاع پولس محکمہ اور خفیہ ایجنسی کو ہوگئی لیکن ان کے علاوہ کتنی ہلاک ہونے والی عورتیں ایسی ہیں جن کی ہلاکت کا

(۱) ''اسلامی نظام معاشرت اور جہیز کی رسم'' مؤلف پروفیسر عمر حیات غوری ۵۰۔۴۹

(۲) سہ روزہ ''دعوت'' نئی دہلی ۱۰ جولائی ۱۹۹۹ء ص ۳

علم دور دراز علاقوں میں واقع ہونے کی وجہ سے سرکاری عملہ کو نہیں ہو سکا یا ہونے نہیں دیا گیا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہلاک ہونے والی زیادہ تر عورتیں ہندومت سے تعلق رکھتی ہیں لیکن جس تیزی سے جہیزی اموات کے واقعات پیش آرہے ہیں اس کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلم معاشرہ کا وہ خطہ جواب تک اس لعنت سے محفوظ ہے وہ بھی اس لپیٹ میں آجائے گا۔

کسی بھی قوم و ملت کی بیٹی جلائی جائے لیکن امت مسلمہ کو بے چین ہو جانا چاہئے

یہ بھی حقیقت ہے کہ ہلاک ہونے والی زیادہ تر عورتیں ہندومت سے تعلق رکھتی ہیں، لیکن بحیثیت امتِ مسلمہ ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ہم کسی پر برائی وظلم کو ہوتا دیکھیں اور اس کو حسبِ استطاعت روکنے کی کوشش نہ کریں، اگر حضور اکرم ﷺ باحیات ہوتے اور کسی بھی قوم وملت سے تعلق رکھنے والی لڑکی جلائی جاتی تو دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف وصدمہ جس کو ہوتا تو وہ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہوتی اور آپ ﷺ اس وقت تک چین وسکون سے نہیں بیٹھتے جب تک کہ یہ ظلم کا سلسلہ بند نہ ہوجاتا۔ عرب میں زندہ درگور کی جانے والی لڑکیوں کے خلاف سب سے پہلے آپ صلعم نے صدا بلند کی، اور آپ صلعم کو اس وقت تک قرار نہیں آیا جب تک کہ یہ ظالمانہ کارروائی بند نہ ہوگئی۔ محمد ﷺ کی امت ہونے کی وجہ سے ہمارے اندر بھی تڑپ و بے چینی ہر وقت موجود رہنی چاہیے۔ ہمارا یہ عزم مصمم ہونا چاہیے کہ ہم کسی پر ظلم کو برداشت نہیں کریں گے اور کسی عورت کو زندہ نہیں جلنے دیں گے، لیکن افسوس کہ آج ہم خود اپنی بیوی اور بہو کو جلا رہے ہیں تو بھلا دیگر مذاہب واقوام کے معصوم جانوں کو کیسے بچا سکتے ہیں۔ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے، کہ کیا ہم ان ذمہ داریوں کو نبھا رہے ہیں جو بحیثیت امتِ مسلمہ ہم پر عائد ہوتی ہیں؟ اگر نہیں تو ہمیں سارے جہاں کے خالق و مالک کے سامنے جواب دہی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ جس دن سوائے اس کے کوئی حامی و مددگار نہیں ہوگا، اس فریضہ سے غفلت کے نتیجہ میں دنیاوی نقصان و تباہی یہ ہے کہ اب ہمارے معاشرے میں عورتوں کے قتل اور زندہ جلائے جانے کے واقعات میں آئے دن اضافہ ہوتا جارہا ہے اور ہم تباہی و ہلاکت کے اس دہانے پر آپہنچے ہیں کہ مزید کوتاہی عظیم تباہی و ہلاکت کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے، اس موقع پر یہ آیت یاد آتی ہے:

"واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا أن الله

شدید العقاب''(سورہ انفال آیت۔۲۵)

''تم وبال سے بچو کہ جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور یہ جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے''۔

جہیز مخالف قانون جہیز اور جہیزی اموات کو روکنے میں ناکام :

افسوس کہ مروجہ تلک اور جہیز جو غیر شرعی ہے کی وجہ سے مسلم معاشرہ میں بھی خواتین کو جلانے اور ہلاک کرنے کی وارداتیں بڑھتی جارہی ہیں حالانکہ یہی ایک امت ایسی ہے جو اپنے اعمال واخلاق سے ہندوستانی سماج میں پھیلی دیگر برائیوں کے ساتھ مروجہ تلک، جہیز، عورتوں پر ظلم و ناانصافی اور قتل و ہلاکت کے واقعات کو روکنے میں اہم رول ادا کرسکتی تھی وہ خود ان تمام امور کو انجام دے رہی ہے جو ہندوستانی سماج کے لیے ناسور بن چکے ہیں۔صوبائی حکومتوں کے ساتھ مرکزی حکومت نے بھی سخت قوانین وضع کیے ہیں اور مختلف تنظیموں وسوسائٹیوں کی جانب سے بھی جہیزی ہلاکتوں کو روکنے کے لیے سعی وجدوجہد جاری ہے،لیکن ساری کوششیں بے سود ثابت ہوتی جارہی ہیں، جہیز مخالف قوانین کا خلاصہ پڑھئے اور غور وفکر کیجئے کہ ان سخت قوانین کے باوجود جہیز کی فرمائش اور جہیزی اموات میں کمی آنے کے بجائے اس میں آئے دن کیوں اضافہ ہوتا جارہا ہے؟

''۱۹۵۰ء میں صوبہ بہار کی سرکار نے ہندوستان میں سب سے پہلے بہار قانون ساز اسمبلی میں ''جہیز مخالف قانون'' پاس کیا۔ریاست بہار کا یہ قانون جہیز کے درندوں کے گلے میں پہلا طوق ثابت ہوا۔''

آٹھ سال بعد ۱۹۵۸ء میں آندھرا پردیش نے جہیز مخالف قانون پاس کیا۔پھر ہندوستانی پارلیمنٹ نے ۱۹۶۱ء میں جہیز مخالف قانون پاس کیا، اس طرح ریاستی قانون ساز اسمبلی کے ذریعہ پاس کیا گیا جہیز مخالف قانون رد ہوگیا۔۔۔۔۔۔۔۔

پھر یہ طے پایا کہ اس قانون کو اور بھی زیادہ مؤثر اور طاقتور بنایا جائے۔چنانچہ جہیز مخالف ترمیمی بل ۱۹۸۰ء میں پاس کیا گیا۔اس ترمیمی بل کے مسودہ سے قانون داں مطمئن نہ ہوئے تو ۱۹۸۶ء میں پھر جہیز مخالف ترمیمی بل پاس کیا گیا۔جہیز ترمیمی قانون میں جہیز کو یوں واضح کیا گیا کہ''شادی کے وقت یا پہلے ایک فریق دوسرے فریق کو یا کسی فرد کو پہلے یا شادی کے وقت قیمتی چیز، بانڈ، یا نقد سرٹیفکیٹ وغیرہ شادی کے متعلق دیا جائے تو وہ جہیز کہلائے۔اس کے تحت کسی شکل میں جہیز کا طالب مجرم مانا جائے گا۔لیکن شادی کے

وقت بغیر کسی مانگ کے بھینٹ یا تحفہ دولہا و دلہن کو اس کے والدین یا رشتے دار دے سکتے ہیں، یہ تحفہ عام رسم ورواج کے مطابق ہوگا۔ تحفے کی قیمت اس شخص کی معاشی حیثیت کے مطابق ہو، تحفے کی مکمل فہرست بنانی ہوگی۔ یہ فہرست شادی کے وقت یا بعد میں جلد تیار کی جانی چاہیئے۔ شادی کے وقت جو تحفہ دلہن کو دیا گیا وہ فہرست دلہن رکھے گی۔ جو تحفہ دولہے کو دیا جائے اس کی فہرست دولہا رکھے گا ان فہرستوں میں ہر تحفہ کا مختصر تذکرہ اس کی قیمت، دینے والے شخص کا نام، دولہے دلہن سے اس کے رشتے کا تذکرہ ہونا چاہیئے اس پر دولہے دلہن کے دستخط ہوں۔ ۱۹۸۵ء کے ترمیم کے مطابق دولہا دلہن یا اس کے والدین سے جہیز مانگنے کے جرم میں کم سے کم چھ ماہ کی سزا دی جاسکتی ہے جو دو سال تک بڑھائی جاسکتی ہے، دس ہزار یا جہیز کے برابر کی رقم دونوں میں جو زیادہ ہوگا جرمانہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر کسی فرد کو چھ ماہ سے کم سزا دی جاتی ہے تو عدلیہ کے حاکم کو فیصلے کی کم مدت کی وجہ کا بھی ذکر کرنا ہوگا۔ ترمیم قانون ۱۹۸۶ میں سزا کی مدت چھ ماہ سے بڑھا کر پانچ سال کردی گئی ہے اور جرمانہ کی رقم دس ہزار سے بڑھا کر پندرہ ہزار کردی گئی ہے'' اس طرح سزا کی مدّت اور جرمانہ کی رقم کو بڑھا کر قانون کو سخت بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱۹۸۵ء کے ترمیم کے مطابق عدالت اپنی جانکاری پر یا پولیس رپورٹ پر یا جس شخص پر زیادتی ہوئی ہے اس کی شکایت پر یا اس کے والدین یا رشتے دار یا سماجی تنظیموں یا اداروں کی طرف سے شکایت ملنے پر کارروائی کرسکتی ہے۔ سماجی تنظیموں اور اداروں کا مرکزی حکومت یا ریاستی حکومت سے منظور شدہ ہونا ضروری ہے''۔

۱۹۸۵ء کے ترمیم کے مطابق اگر جہیز دلہن کے علاوہ کوئی اور شخص شادی سے پہلے لے لیتا ہے، تو وہ شادی ہونے کے تین ماہ کے اندر دلہن کو واپس کردے گا۔ اگر دلہن نابالغ ہے تو دلہن کی عمر ۱۸ سال ہونے کے تین ماہ کے اندر جہیز دلہن کو واپس کردے گا۔ اگر جہیز کا تبادلہ ہوتا ہے تو وہ دلہن یا اس کے جائز وارث کو ہی دیا جانا چاہیئے۔ عدالت کے ذریعہ تحریری شکل میں حکم نامہ جاری ہونا چاہیئے کہ مجرم دلہن کو مقررہ وقت میں جہیز واپس کردے اس حکم کی تعمیل نہ ہونے پر جہیز کی قیمت جرمانہ کی شکل میں مجرم سے وصول کی جائے گی جو دلہن کو دیا جائے گا۔ ۱۹۸۶ء کے ترمیم کے مطابق اب یہ ذمہ داری دلہن کے رشتے داروں پر تھی کہ وہ ثابت کردیں کہ انہوں نے کتنا جہیز دیا۔ اس ترمیم سے عورتوں کو سہولت پہنچانے کی کوشش کی گئی۔

۱۹۸۶ء کا جہیز ترمیمی قانون کی اہم دفعہ قابل قدر مانا جائے گا جس کے تحت

اڈین پینل کوڈ ۱۹۶۰ء میں نئی دفعہ ۱۳۰۶ کا اضافہ کر دیا گیا جس کے مطابق اگر شادی کے سات سال کے اندر کسی شادی شدہ عورت کے جلنے یا جسمانی اذیت وغیرہ کی وجہ سے اس کی موت ہوتی ہے اور اگر یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے شوہر یا دوسرے رشتہ داروں کے ذریعہ تکلیف دی جاتی تھی یا ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا تو ایسی صورت میں اس موت کو جہیزی موت کہا جائے گا۔ جن رشتہ داروں یا شوہر کی وجہ سے موت ہوتی ہے ان سب کو کم سے کم سات سال جیل کی سزا دی جائے گی۔ جو عمر قید تک بڑھائی جاسکتی ہے''۔

اس دفعہ کا اضافہ جہیز مخالف قانون میں ایک نیا سنگ میل مانا جائے گا۔ اس دفعہ کے ذریعہ ملک میں تیزی سے بڑھ رہی جہیزی اموات کو قانون کی گرفت میں لینے کی کوشش کی گئی۔ اس قانون میں یہ بات بھی صاف طور پر واضح کردی گئی ہے کہ کرمنل پروسیچو کوڈ ۱۹۷۳ء اور گواہ قانون کو زیادہ سے زیادہ موثر بنا سکے۔

اس ترمیم کی رو سے کسی بھی فرد کے ذریعہ لڑکا یا لڑکی کی شادی کسی اخبار یا رسالے میں یا کسی ذرائع سے دولت کی جانکاری دینے والے اشتہار کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اگر کوئی فرد یا اخبار اس قسم کے اشتہار شائع کرتا ہے تو غیر قانونی مانا جائے گا۔

۱۹۸۶ء کی ترمیم کے مطابق جہیز مخالف آفیسر اور اس کی مدد کے لئے ایک بورڈ قائم کیا جائے، جو جہیز کے متعلق معاملات کی تفتیش کرے گا اور اس بدنما داغ کو سماج سے دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ جہیز مخالف آفیسر کو یہ اختیار ہوگا کہ جہیز کی روک تھام کے ہر ممکن اقدامات اٹھائے اس آفیسر کی بحالی سرکار کی طرف سے ہوگی۔''

قومی ایوانوں نے سخت ٹھوس اور با اثر قانون بنا کر ہندوستانی سماج میں تیزی سے بڑھ رہے اس ناسور کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ان قوانین سے جہیز کی لعنت ختم ہوگئی۔ آج بھی جہیز سے مرنے والے افراد کے اعداد و شمار پر نظر ڈالیں تو پتہ چلے گا کہ ان میں بتدریج اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ جہیز کو اگر صفحۂ ہستی سے مٹانا ہے تو ہمیں آگے آ کر سماج میں اس کے لئے جدوجہد کرنی ہوگی۔ ہمیں مل کر ایک ایسے پختہ سماج کی تعمیر کرنی ہوگی جہاں جہیز کے ان درندوں کو پنپنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ (ترجمانِ جنوب۔۲۰۰۳۔۹۔۲۸ص۱۲)

مسلمان ہی اس ملک کو اس عظیم فتنہ سے بچا سکتا ہے :

ان حالات میں امت مسلمہ کو ایک انقلابی قدم اٹھانا ہوگا اور دوہری ذمہ داری کو نبھانا ہوگا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے اپنے گھر، خاندان، اور معاشرہ سے اس کا آغاز

کرتے ہوئے عورتوں کو حق تلفی، ظلم وستم، قتل وایذا رسانی اور خودکشی سے نجات دلانے اور ظالموں اور انسانی درندوں کے خلاف ایک زبردست مہم کا آغاز کرنا ہوگا۔اور مذہب وملت سے بالاتر ہوکر عورت کو جائز حقوق دلانے اور اس کو درپیش مسائل و مشکلات سے نجات ورہائی دلانے کے لئے عزم مصمم اور جہد مسلسل کرنا ہوگا۔اور اپنے قول وعمل سے برادران وطن کو درس عبرت حاصل کرنے کا موقع فراہم کرنا ہوگا۔

امت مسلمہ کی ذمہ داری

امت محمدیہ بھلائی کا حکم دینے اور برے کاموں سے منع کرنے کے عظیم فریضہ سے مشرف ہے، اس کی جانب سے غفلت وبے توجہی پورے عالم کے لیے خسارہ ونقصان کا باعث ہے، اگر ہم نے اس کے خاتمہ کے لئے حتی الامکان کوشش نہیں کی تو تلک وجہیز کی آگ اپنے دائرہ کو وسیع سے وسیع تر کرتی رہے گی، معاملہ حد سے گذر جانے پر عین وقت پر کی جانے والی ساری تدبیریں ناکام ہوجائیں گی، اس وقت تو صرف عذاب الٰہی کا انتظار رہے گا، اس سلسلہ کی قرآنی آیات واحادیث ہر اس شخص کے لیے پیش ہے، جو قرآنی آیات واحادیث پر عمل کرنے میں دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی پر یقین کامل رکھتا ہو، اللہ تعالی فرماتا ہے، کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ(۱) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہو، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو

---

(۱) آل عمران: آیت ۱۱۰

"لعن الذين کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود وعیسیٰ ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون ، کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون" (۱)

"بنی اسرائیل میں جولوگ کافر تھے ان پرلعنت کی گئی تھی داؤداورعیسیٰ بن مریم کی زبان سے یہ(لعنت)اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے مخالفت کی اور حد سے نکل گئے جو بُرے کام انہوں نے کر رکھے تھے اس سے ایک دوسرے کومنع نہ کرتے تھے واقعی ان کافعل بُرا تھا۔"

والمؤمنون والمومنات بعضھم اولیآء بعض یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر ویقیمون الصلاۃ ویؤتون الزکاۃ ویطیعون اللہ ورسولہ، اولئٰک سیرحمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیم.(۲)

مسلمان مرداورمسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے(دینی) رفیق ہیں۔نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اورنماز کی پابندی رکھتے ہیں اورزکوۃ دیتے ہیں۔اوراللہ اوراس کے رسول ﷺ کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پرضروراللہ تعالی رحمت کرے گا، بلا شبہ اللہ قادرمطلق ہےحکمت والا ہے۔

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلاۃ وآتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھواعن المنکر . (۳)

---

(۱)سورۃ المائدۃ: آیت ۷۹،۷۸

(۲)سورۃ التوبہ: ۷۱

(۳)سورۃ الحج : ۴۱

یہ لوگ ایسے ہیں اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کام کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں۔

نبی آخرالزماں سیدالمرسلین رحمۃ للعالمین محمدﷺ نے فرمایا: **من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه ، وذلک أضعف الايمان .(۱)**

''جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے روک دے اور اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روک دے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اس کام سے نفرت کرے اور یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے''۔

عن أبى بكر الصديق رضى الله عنه قال يا أيها الناس انكم تقرءون هذه الآية يايّها الذين ءامنوا عليكم أنفسكم لا يضركم من ضل اذا اهتديتم (المائدة:۱۰۵)

وانى سمعت رسول الله ﷺ يقول ان الناس اذا رأوا الظالم فلم يأخذوا على يديه أوشک أن يعمهم الله بعقاب منه قال ابوعيسىٰ هذا حديث حسن صحيح ۔(۲)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو ''اے ایمان والو! اپنی فکر کرو، جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں'' حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب لوگ ظالم کو ظلم کرتا ہوا پائیں اور اس کو ظلم سے نہ روکیں تو قریب ہے کہ عذاب خداوندی ان سب کو اپنے گھیرے میں لے لے (یعنی ظالم اور تماشابین سب کا ایک ہی انجام ہوگا)

''عن حذيفةؓ أن النبى ﷺ قال والذى نفسى بيده لتأمرون

---

(۱) صحیح المسلم ج ۱ ص

(۲) ترمذی ج ۴ ص

بالمعروف ولتنهون عن المنكر أو ليوشكنّ الله أن يبعث عليكم عقاباً من عنده ثم تدعونه فلا يستجاب لكم" ۔(۱)

''حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ ضرور بالضرور لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو اگر ایسا نہ کرو گے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دے پھر تم اس عذاب سے نجات کی دعائیں مانگو گے اور دعائیں قبول نہ ہونگی ''۔

عن النعمان بن بشير رضى الله عنهما عن النبى ﷺ: مثل القائم على حدود الله والواقع ، فيها ، كمثل قوم استهموا على سفينة فأصاب بعضهم أعلاها و بعضهم أسفلها، فكان الذين فى أسفلها اذااستقوا من الماء مروا على مَنْ فوقهم فقالوا لو أنا خرقنا فى نصيبنا خرقاً ولم نؤذ من فوقنا، فان يتركوهم وما ارادوا هلكوا جميعاً، و ان أخذوا على أيديهم نجوا ونجوا جميعا.(۲)

''حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو اللہ کے (قانونی) حدود توڑنے والے گنہگار ہیں اور جو لوگ ان کو دیکھ کر چشم پوشی اور مداہنت کرنے والے ہیں (یعنی باوجود قدرت کے ان کو نہیں روکتے) ان دونوں گروہوں کی مثال اس قوم کی مانند ہے جو ایک کشتی میں (بحری جہاز) میں قرعہ ڈال کر سوار ہوئے ،بعض کشتی کے نچلے طبقہ میں اور بعض اوپر کے طبقہ میں سوار ہو گئے ۔ (یعنی قرعہ اندازی سے جس کو جو جگہ ملی وہ وہاں جا بیٹھا) جو لوگ نچلے طبقہ میں تھے وہ پانی لے کر اوپر سے ہو کر گذرے (تو ان کو اس سے تکلیف محسوس ہوئی) تو انہوں نے کہا اگر ہم اپنے خاص حصّہ میں سوراخ کر لیں تو اوپر والے کو تکلیف نہیں ہوگی ۔ (حضرت محمد ﷺ نے فرمایا) اگر وہ (اوپر والے) ان کو اس حال میں

(۱) ترمذی شریف، حدیث ۲۱۹
(۱) بخاری ج ۲ ص ۸۸۲ حدیث

چھوڑ دیں جوانہوں نے ارادہ کیا تو تمام لوگ ہلاک ہوجائیں گے۔ اگرانہوں نے نچلے طبقہ کا ہاتھ پکڑلیا تو وہ ہلاکت سے بچ جائیں گے اور سبھی نجات پالیں گے'۔

حرف آخر

اے ملت اسلامیہ کے غیور نوجوانو! اے انبیاء کرام کے وارثو! اے قوم وملت کے دردمندو! یہ غفلت و بے توجہی کب تک، صنف نازک کے ساتھ ظلم وستم کی انتہا ہوچکی ہے۔ اب تک تلک وجہیز کی وجہ سے کتنی عورتیں جل کر خاکستر ہوگئیں اور نہیں معلوم کتنی عورتیں جلنے والی ہیں۔ اس جہیز سے پیدا شدہ بدعات وخرافات اور نت نئے فتنوں کی وجہ سے معاشرہ کا نظام درہم برہم اور لوگوں کا سکون واطمینان ختم ہوچکا ہے اب وقت آگیا ہے کہ ہم سبھی عزم مصمم کریں کہ خود بھی اس لعنت سے بچیں گے اور دوسروں کو بھی بچانے کی سعی کریں گے۔ وعظ ونصیحت، اخبار وکتب اور عملی اقدامات کے ذریعہ تلک وجہیز کے حرام ہونے اور اس کی خرابیوں وتباہ کاریوں کا نقش لوگوں کے ذہنوں میں بٹھانے کی کوشش کریں گے۔ ہم اپنے معاشرہ میں جہیز مخالف کمیٹی تشکیل دے کر اس انسانیت سوز رسم کا خاتمہ کریں گے اور جو لوگ اس تلک وجہیز پر مصر ہوں ان کا شوشل بائیکاٹ کریں گے۔ اگر ہم اب بھی بیدار نہیں ہوئے تو اس جہیز کی بڑھتی ہوئی تباہ کاریوں کو نہیں روک سکیں گے اور آئندہ نسل ہماری اس وقت کی معمولی کوتاہی کا خمیازہ صدیوں جھیلتی رہے گی۔ جس سے چھٹکارہ پانا ناممکن نہیں تو دشوار ترین ضرور ہوگا۔

کاش آئے وہ بھی دن کہ ہر نوجواں کہے
ہم کو نہیں ہے کوئی ضرورت جہیز کی

وماتوفیقی الا باللہ وعلیہ توکلتُ والیہ انیب

جہیز کی لعنت

تین بہنوں کی اجتماعی خودکشی سے متاثر ہوکر

سماج والو تمہیں زندگی مبارک ہو
جو ہم سے چھین لی تم نے خوشی مبارک ہو

تمہاری بزم میں آکر بہت ہی نادم تھے
سزا قبول، کہ ہم زندگی کے مجرم تھے

ہمارے بعد ہراک گھر میں تذکرے ہوں گے
ہماری جرأت بے جا پر تبصرے ہوں گے

کہیں گے اہل خرد بزدلی نہیں اچھی
ہزار غم ہوں، مگر خودکشی نہیں اچھی

ہماری لاشوں کو دیکھیں گے سب حقارت سے
جہاں میں آشنا کم ہوں گے اس حقیقت سے

کہ کس طرح کے ستم ہم پہ لوگ کرتے تھے
ہمارے جینے سے ماں باپ روز مرتے تھے

جہیز بوجھ تھا ہر دم ہمارے ذہنوں پر
''تلک'' کی بجلی سی گرتی تھی تینوں بہنوں پر

ہمارے حسن پہ افلاس ایک دھبہ تھا
ہماری زیست پہ محرومیوں کا قبضہ تھا

نہ سرخ جوڑے کے لائق تھے ہم جہاں والو
ہمارے حصے میں کانٹے تھے گلستاں والو

حیات ہوتے ہوئے لذت حیات نہ تھی
مقدروں میں ہمارے سہاگ نہ تھی
ہمارا نام کسی دل میں بھی سما نہ سکا
جہاں میں کوئی بھی اپنا ہمیں بنا نہ سکا
حیا گنوا کے تو دنیا میں ہم بھی جی لیتے
جو پی رہی ہیں ہزاروں وہ زہر پی لیتے
سرور وکیف کے منظر ہزار مل جاتے
نہ ''بر'' ملا تھا تو ''دلبر'' ہزار مل جاتے
ہمارا جسم بھی بانہیں تلاش کر لیتا
گناہ کرنے کی راہیں تلاش کر لیتا
جو اس طرح نہ جیے ہم، ہماری بھول نہ تھی
ہمیں گھناؤنی دنیا ذرا قبول نہ تھی
یہاں ہیں جھوٹی شرافت کے پوجنے والے
دھرم کے نام پہ دولت کو پوجنے والے
خدا کا خوف نہ پایا کسی کے دل میں کہیں
ہوس پرستوں کا دنیا میں کوئی دین نہیں
ہم اپنے خون سے خود اپنی مانگ بھرتے ہیں
ہزار بار نہیں ایک بار مرتے ہیں

از:۔جنون سہسپوری

☆☆☆☆

مراجع

تفسیر وعلوم القرآن

نمبرشمار	نام کتاب	مصنف	ناشر
۱	القرآن المجید		
۲	احکام القرآن	امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	دارالفکر۔ بیروت
۳	تفسیر الفخر الرازی	محمد الرازی فخر الدین بن علامہ ضیاء الدین عمر	دارالفکر۔ بیروت
۴	الجامع لاحکام القرآن	ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی	داراحیاء التراث العربی ۔بیروت
۵	البحر المحیط	محمد بن یوسف ابوحیان الاندلسی	دارالفکر۔ بیروت
۶	بیان القرآن	مولانا اشرف علی تھانوی	تاج پبلیشرز۔ دہلی
۷	المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم	محمد فواد عبدالباقی	دارالحدیث۔ القاھرۃ

حدیث وشرح حدیث

۸	صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری الجعفی	کتب خانہ رشیدیہ دہلی
۹	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری	کتب خانہ رشیدیہ ۔دہلی

۱۰	سنن أبی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن الأشعب السجستانی الازدی	دارالحدیث۔القاہرۃ
۱۱	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۲	سنن ابن ماجه	محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی	المکتبۃ العلمیۃ بیروت
۱۳	المستدرك للحاكم		دارالمعرفۃ بیروت
۱۴	كتاب السنن الكبرى	ابوبکر احمد بن حسین البیہقی	دارالمعرفۃ بیروت
۱۵	مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	دارالفکر العربی بیروت
۱۶	سنن الدارمی	ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	دارالفکر بیروت
۱۷	كنز العمال	علی متقی الھندی	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
۱۸	كشف الخفاء ومزيل الالباس	محدث اسمٰعیل بن محمد العجلونی الجراحی	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
۱۹	مجمع الزوائد	حافظ نورالدین علی بن أبی بكر الهيثمي	دارالکتاب العربی، بیروت
۲۰	الترغيب والترهيب	حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری	دارالایمان۔دمشق
۲۱	سنن سعید بن منصور	الحافظ سعید بن منصور الخراسانی المکی	دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان
۲۲	موارد الظمآن	حافظ نورالدین علی بن أبی بکر الھیثمی	دارالکتب العلمیۃ بیروت

۲۳	رياض الصالحين	ابوزکریایحییٰ بن شرف النووی	فرید بکڈ پو۔دہلی
۲۴	بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی	احمد عبدالرحمٰن البنا	داراحیاءالتراث العربی۔بیروت
۲۵	شرح النووی علی صحیح مسلم	ابوزکریایحییٰ بن شرف النووی	کتب خانہ رشیدیہ دہلی
۲۶	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ملاّ علی بن سلطان محمد القاریؒ	مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان
۲۷	المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوی	لفیف من المستشر قین	مکتبہ بریل فی مدینۃ لیدن۔۱۹۳۶

فقه و فتاوی

۲۸	بدائع الصنائع	علامہ کاسانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۹	ردالمحتار	علامہ ابن عابدین شامی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۳۰	الفتاویٰ الهندية	جماعۃ من علماء الھند الأعلام	داراحیاءالتراث العربی۔بیروت
۳۱	المغنی	ابن قدامہ	دارالکتب العربی بیروت
۳۲	الفقه الاسلامی وأدلته	وھبۃ الزحیلی	دارالفکر۔بیروت
۳۳	المحلیٰ	ابومحمد علی بن أحمد بن سعید ابن حزم الأندلسی	دارالکتب العلمیۃ۔بیروت

۳۴	کتاب الفقه علیٰ المذاهب الأربعة	عبدالرحمٰن الجزیری	داراحیاء التراث العربی۔ بیروت
۳۵	فقه السنة	السید سابق	دارالکتاب العربی بیروت
۳۶	الأحوال الشخصية	محمد ابوزهرة	دارالفکر العربی بیروت
۳۷	الزواج والطلاق فی جمیع الادیان	عبداللہ المراغی	لجنة التعریف بالاسلام۔۱۹۶۶
۳۸	الحلال والحرام	أحمد محمد عساف	داراحیاء العلوم بیروت
۳۹	الأحوال الشرعیةفی الأحوال الشخصیة علیٰ مذهب أبی حنیفة		لجنة أحیاء التراث۔ بیروت
۴۰	مجموعة الفتاویٰ(اردو)	مولانا عبدالحی فرنگی محلی	مطبع قیومی کانپور
۴۱	موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل	مولانا برہان الدین سنبھلی	جامعة الهدایة جے پور
۴۲	حلال وحرام	مولانا خالدسیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند

سیرت وسوانح

۴۳	الطبقات الکبریٰ	ابن سعد	دارصادر۔ بیروت
۴۴	سیرت ابن هشام		دارالکتب العلمیة بیروت

۴۵	السيرة النبوية	ابوالفداء اسمٰعیل بن کثیر	داراحیاءالتراث العربی۔بیروت
۴۶	حلية الأولياء	حافظ ابونعیم الأصفهانی	دارالکتاب العربی بیروت
۴۷	سيرة النبی	مولانا سیدسلیمان ندوی	دارالمصنفین اعظم گڑھ
۴۸	الاعلام	خیرالدین الزرکلی	دارالعلم للملایین بیروت
۴۹	المرتضیٰ	مولانا سیدابوالحسن علی ندوی	مجلس تحقیقات ونشریات اسلام۔لکھنؤ
۵۰	سيدة النساء فاطمة الزهراء	لجنۃ التحریر فی طریق الحق	مؤسسۃ فی طریق الحق۔قم
۵۱	بنات النبی ﷺ	الدکتورۃ عائشۃ عبدالرحمٰن بنت الشاطئ	دارالھلال۔۱۹۶۹
۵۲	اعلام النساء فی عالمی العرب والاسلام	عمر رضا کحالہ	مکتبۃ الرسالۃ بیروت
۵۳	الرحيق المختوم	صفی الدین المبارکفوری	دارالدیان للتراث القاہرۃ ۱۹۸۸

متفرقات

۵۴	دائرة المعارف	المعلم بطرس البستانی	دارالمعرفۃ بیروت
۵۵	حجة الله البالغة	شاہ ولی اللہ دہلوی	مکتبہ تھانوی دیوبند

۵۶	اسلامی نظام معاشرت اور جهیز کی رسم	پروفیسر عمر حیات غوری	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی
۵۷	کلیات اقبال	علامہ اقبال	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی
۵۸	روشن ستارے	مولانا یوسف اصلاحی	مکتبہ ذکریٰ دہلی
۵۹	سه روزه" دعوت"		نئی دہلی
۶۰	هفت روزه "نقیب"		امارت شرعیہ پھلواری شریف۔ پٹنہ
۶۱	پندره روزه "تعمیر حیات"		دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۶۲	المفردات فی غریب القرآن	الراغب الاصفہانی	دارالمعرفۃ بیروت لبنان
۶۳	المنجد	لویس معلوف	دارالمشرق، بیروت
۶۴	لسان العرب	ابن منظور الافریقی المصری	دارصادر۔ بیروت
۶۵	المعجم الوسیط		کتب خانہ حسینیہ دیوبند
۶۶	القاموس المحیط	مجدالدین محمد بن یعقوب الفیر وزآبادی	دارالجیل۔ بیروت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنف کا مختصر تعارف

نام : محمد شمشاد ندوی بن حاجی محمد یونس

آبائی وطن : رامپور کیشو، ضلع شیوہر (سابق سیتامڑھی) بہار

مولود : ۱۴ر ستمبر ۱۹۷۱ء

سکونت : جے پور

تعلیم : (الف) فاضل دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (یوپی)

(ب) تخصص فی الفقہ و القضاء (امارتِ شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

(ج) ایم اے، دیگر کورسیز

موجودہ ذمہ داریاں: (الف) استاذ جامعۃ الہدایہ، جے پور (راجستھان)

(ب) معاون مدیر: ماہنامہ "ہدایت" جے پور

(ج) جنرل سکریٹری: الکریم ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ، شوہر (بہار)

(د) سرپرست: انجمن اصلاح المسلمین، رامپور کیشو، شیوہر (بہار)

تصنیفات: علمی و فکری، دعوتی و اصلاحی اور ادبی و سوانحی موضوعات پر دو سو سے زیادہ مضامین و مقالات مختلف رسائل و اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں، ان کے ساتھ ہی چند کتابیں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں، بعض زیر طبع ہیں۔ فی الوقت کل تصنیفات حسبِ ذیل ہیں۔ جہیز ایک ناسور، ہندوستان میں عورتوں کو درپیش مسائل و مشکلات، اصلاحِ معاشرہ اور اسلام، مثالی خاندان، جان و مال اور عزت کی قدر و قیمت، اسلام کا نظام طلاق، چند عظیم شخصیات، ارکانِ اسلام، یادِ رفتگاں، مہد سے لحد تک، اسلام کا نظام تجارت، اصلاح معاشرہ اور اسلام (جلد دوم)، نقوشِ ہدایت، منتخب احادیث مع ترجمہ، مدارس اسلامیہ اور جدید تقاضے، تحفۃ الاطفال، چراغ راہ، حقوق العباد، مطالعۂ کتب، اسلامی معلومات، جہیز علماء اسلام کی نظر میں، رشوت کی شرعی حیثیت، ۱۰۰ مسلم مجاہدین آزادی، نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اسلامی معاشرہ، مدارس اسلامیہ کے طلبہ: خصوصیات اور مواقع، چمن چمن کے پھول (پسندیدہ اشعار کا مجموعہ)، عورت اسلامی معاشرہ میں

کانفرنس و سیمینار: متعدد علمی و ادبی، فقہی و ملی سیمینار و کانفرنس اور سمپوزیموں میں شریک ہوتے رہے ہیں، جہاں علماء و دانشوران اور ماہرین فن سے ملاقات و استفادہ کے مواقع حاصل ہوئے۔

رابطہ

Mohammed Shamshad Nadwi

Q-7,Jamia tul Hidaya, Ramgarh Road, Jaipur - 302 027 (Rajasthan) INDIA

Mob; , 9829158105, Phone : 0141-2174785 E-mail

mdshamshadnadwi@gmail.com